



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 25۔۔۔۔۔ جلد نمبر 3۔۔۔۔۔ شماره نمبر 3۔۔۔۔۔ مارچ 1973ء۔۔۔۔۔ ربیع الاول 1393ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com



اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاترہ کرافہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ مہکت لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

- 2 عالم اسلام کے ملکی دساتیر
- 11 التفسیر والتعبیر
- 18 کیا عامل بالحدیث (اہل حدیث) ہونا ممکن ہے؟
- 28 اسلامی نظامِ حیات
- 31 مسئلہ کشمیر عالم اسلام کے لئے ایک چیلنج ہے
- 34 احادیث
- 35 تعارف و تبصرہ کتب

فکر و نظر عالم اسلام کے ملکی دساتیر کا بنیادی نقص

ملکی دستور کی تدوین میں ہر جگہ اور اس کے ہر پہلو سے بحث کی جاتی ہے، کیونکہ پورے ملک کے مستقبل کا سوال ہوتا ہے مگر افسوس! اگر اس کا کوئی پہلو تشنہ رہتا ہے تو وہ صرف ملک کے سیاسی سربراہ کی اخلاقی اور دینی حیثیت کا پہلو ہے۔ دوسری اقوام کے لئے تو ممکن ہے، یہ ایک غیر ضروری اور غیر سرکاری بات ہو، لیکن ملتِ اسلامیہ کے لئے اس کی حیثیت دینی اور سرکاری ہے کیونکہ اس کے بغیر ان پاک اور عظیم مقاصد کا حصول ناممکن ہے، جو ملتِ اسلامیہ کی دنیوی اور اخروی صلاح و فلاح کے ضامن ہو سکتے ہیں۔

اصلاحی اور اسلامی دستور سے مستفید ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ملکی دستور میں سیاسی حکمرانوں اور ملک کی دوسری کلیدی آسامیوں کے حکام کی 'سچی مسلمانی' اور ان کے 'اسلامی اخلاق' کی تعیین کر دی جائے، ورنہ بہتر سے بہتر دستور بھی بانجھ اور نامراد ہی رہے گا جیسا کہ اب تک کے تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس فرصت میں مختصر آس امر پر روشنی ڈال دی جائے کہ:

اسلامی سیاست کیا ہے اور ملتِ اسلامیہ کی سیاسی سربراہی کیا شے ہے؟ تاکہ اگر مسلمان چاہیں تو اپنے اپنے ملکی دستور کی تدوین میں ان دفعات کو شامل کر کے اپنی بگڑی بنا سکیں۔

اسلامی سیاست:

اسلامی سیاست کا دوسرا نام 'نصیحت' (نصح) اور 'حکمت' ہے۔ نصیحت سے مراد جذبہِ خیر خواہی ہے اور حکمت سے مقصود یہاں وہ حکمتِ عملی ہے جو جذبہِ خیر خواہی کے نفاذ اور اطلاقات سے تعلق رکھتی ہے۔ اسلامی سیاست کے لئے ضروری ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے سربراہ اور حکام سبھی اس جذبہِ خیر خواہی اور صفاتِ حکمت سے متصف ہوں، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رِعْيَةً ثُمَّ لَمْ يُحْطَأْ بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ نے رعیت کی ذمہ داری بخشی، پھر اس نے اس سلسلہ میں پوری پوری خیر خواہی ملحوظ نہ رکھی تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری، مسلم عن معقلؓ)

طبرانی کی ایک روایت میں یوں آیا ہے:

مَنْ لَا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يَمْسُ وَيَصْبِحْ نَاصِحًا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلَا مَامَهُ وَلِوَمَا
الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ (طبرانی عن حذيفةؓ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ جو شخص مسلمانوں کے معاملات کی پرواہ نہیں کرتا، اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں اور جس شخص نے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اللہ تعالیٰ، اس کے رسول (ﷺ) اس کی کتابِ حمید اور عام مسلمانوں کی (سچی) خیر خواہی سے غفلت برتی، اس کا بھی ان سے کوئی تعلق نہیں۔
اس جذبہ پاک کو آپ ﷺ نے دین سے تعبیر فرمایا ہے:

الدين النصيحة ثلثا قلنا لمن؟ قال الله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين ولعامتهم (مسلم عن تميم الدار)

کہ دین جذبہ خیر خواہی کا نام ہے، آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، ہم نے عرض کی، حضور! کس کی (خیر خواہی)؟ فرمایا، خدا، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے رہنماؤں اور تمام مسلمانوں کی۔

یعنی جذبہ خیر خواہی کا دائرہ وسیع ہے کہ انسان خدا کا وفادار ہو، کتابِ الہی کا فرمانبردار ہو، رسولِ پاک ﷺ کا اطاعت شعار ہو اور ایسے سیاسی سربراہ ہوں، جو خداوند کریم اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہوں، سے صدق دلائل تعاون اور ان کے جائز احکام کی تعمیل کرے اور مسلمان عوام کا خیر خواہ ہو۔ سیاست کو دین کہنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ دین سے الگ کوئی شعبہ نہیں ہے بلکہ اسی کا ایک شعبہ ہے۔ چنانچہ علماء نے سیاست کی یہ تعریف کی ہے:

علم بمصالح جماعة متشاركة في المدنية ليتعاونوا على مصالح الابدان وبقاء نوع الانسان فان للقوم ان يعاملوا النبي والحاكم والسلطان كذا وللنبي والحاكم والسلطان ان يعامل كل منهم قومه ورعاياه كذا
یعنی ایسا علم کہ جس کی بدولت اپنے باہمی مصالح اور بقاء کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے تعاون کیا جاسکے کہ قوم اپنے نبی، حاکم اور بادشاہ سے کس طرح معاملہ کرے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم اور رعایا کے ساتھ یوں (اس علم کی روشنی میں) سلوک کرے۔
(دستور العلماء لعبد النبی الاحمد نگر)

ان احادیث کی تائید آیات الہی سے بھی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اس طرح منقول ہے:

أَبْلَغُكُمْ رَسُولِي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ (الاعراف)

کہ میں تم تک اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا دیانتدار خیر خواہ ہوں۔
حضرت صالحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولًا رَّبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ

کہ میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور جو خیر خواہی کرنی تھی کر دی، مگر (افسوس) سچے خیر خواہوں سے تمہیں کوئی انس نہیں۔
سورہ اعراف ہی میں حضرت نوحؑ کا ارشاد بھی موجود ہے:

أَبْلَغُكُمْ رَسُولِي وَأَنَا نَصِاحُكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ میں تم تک اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارے معاملہ میں خیر خواہی کر رہا ہوں۔

یہ جذبہ خیر خواہی اندھے کی لٹھ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک حکمت عملی ہے جس کے ذریعے ”جذبہ خیر خواہی“ کا اتمام ہوتا ہے اور اس کا فیضان عام اور بے لاگ ہو جاتا ہے۔

حکمت کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

وَرَجُلٌ أَتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعْلِمُهَا (بخاری عن ابن مسعود)

کہ (قابل رشک دوسرا) وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ”فراستِ مومنانہ“ اور ”عدلِ حکیمانہ“ کی دولت بخشی، پھر وہ اس کے مطابق نظام چلاتا اور تعلیم دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرہ)

کہ اللہ جس کو چاہتا ہے (بات کی) سمجھ دیتا ہے اور جس کو (یہ) سمجھ دی گئی، اس نے یقیناً بڑی دولت پائی اور نصیحت بھی وہی مانتے ہیں جو سمجھدار ہیں۔

گویا معلوم ہوا کہ حکمتِ عملی کے سلسلہ کی سوجھ بوجھ اہلیت کا ایک سرٹیفکیٹ بھی ہے، جو اس سے عاری ہیں وہ اہل نہیں۔ اسی طرح جو اپنے دائرہ اثر میں ”خیر خواہی کے جذبہ“ سے دامن تہی رکھتا ہے وہ بھی ملتِ اسلامیہ کی سیاسی سربراہی کا اہل نہیں رہتا۔ کیونکہ اس سے مقصد ہی حصولِ خیر و برکت ہے اور اگر کوئی قائد اس سے عاری ہے تو ”خیرِ کثیر“ سے اس کی اپنی جھولی خالی ہے وہ دوسروں کو کیا دے گا؟

قرآن حکیم نے نصیحت اور حکمتِ عملی کے مجموعہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (سورہ نساء)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ”امانتیں“ ان کے حقداروں کے حوالے کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو انصاف سے کرو۔ حقوقِ حقداروں کے حوالے کرنا اور پوری دیانتداری کے ساتھ سپرد کرنا، بس یہی اسلامی سیاست ہے۔

الغرض: سیاست کی وادی سینا میں قدم رکھنے کے لئے یدِ بیضا اور ضربِ کلیسی کے اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے، یہ کاروبار نہیں، خدا کی عبادت ہے اور خلقِ خدا کی خدمت! ہر بوالہوس اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندگانِ خدا کو ہانکنا نہیں، لے کر چلنا ہے، خدا کو بہلانا نہیں، اس کے حضور سچی عبودیت کا ہدیہ پیش کرنا ہے۔ جہاں عوام کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خیر خواہ حکمرانوں کا استحصال نہ کریں بلکہ ان کو اپنا تعاون پیش کریں وہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ عوام، حکمرانوں کی ضیافتِ طبع کی مایہ نہیں، قوم کی امانت ہیں اور جو سیاسی سربراہ اس احساس، شعور، دل سوزی اور اخلاص کی متاعِ گراں مایہ سے محروم ہیں، وہ ملتِ اسلامیہ کی قیادت کے اہل قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

ملتِ اسلامیہ کی قیادت بڑے جان جو کھوں کا کام ہے مگر افسوس! ہر بوالہوس آج اسکا مدعی ہے، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آج آپ کے سامنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسلام کا معیار قیادت بھی پیش کر دیا جائے، تاکہ آپ اندازہ کر سکیں کہ ملکی دستور کی تدوین میں جو شے سب سے اہم اور بنیادی تھی، نظر انداز بھی اسی کو کیا جا رہا ہے۔ ہم پوری قوم سے اپیل کرتے ہیں کہ اس کو ملکی دستور میں مناسب آئینی تحفظ دلائے تاکہ پورا عالم اسلام انارڈیوں کا تختہ مشق بننے سے بچ سکے۔

اسلام کا معیار قیادت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب امت کی امامت عطا ہوئی تو اس سرفرازی اور دین الہی کو دیکھ کر جھوم اٹھے اور بولے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِي؟ (الہی!) اور میری اولاد؟

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (البقرہ)

جواب دیا، جو ظالم ہیں وہ میرے اس عہد میں داخل نہیں ہیں۔

گویا ظالموں (نااہلوں) سے میرا کوئی وعدہ اس لئے نہیں کہ وہ اسلام کے معیار قیادت پر پورے نہیں اترتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'ظالمین' کے زمرے میں کون کون داخل ہیں؟ اگر قرآن مجید ہی کی روشنی میں 'ظالمین' کی تعیین کر لی جائے تو یہ امر محتاج وضاحت نہ رہے تاکہ قوم کی قیادت کا اہل کون ہے اور نااہل کون؟

ظالم قرآن کی اپنی اصطلاح ہے اور جو اردو کے لفظی مفہوم سے زیادہ وسیع اور جامع ہے۔ خدا کے نزدیک مشرک بھی ظالم ہے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان: ۲) کہ شرک ظلم عظیم ہے۔

جو حدود کا لحاظ نہیں کرتے، وہ بھی ظالم ہیں:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (طلاق: ۱)

کہ جس نے اللہ کی حدوں سے باہر قدم رکھا اس نے اپنی ذات پر ظلم کیا۔

اپنی دولت اور دھن کے نشہ میں دھت اور مسرف بھی ظالم ہیں:

وَاتَّبِعِ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَآ أَثَرُ فَوَافِيهِ (پ ۱۲، ہود، ع ۱۰)

یعنی جن لوگوں نے ظلم کیا تھا وہ تو ان ہی دنیوی لذات کے پیچھے پڑے رہے جو ان کو دی گئی تھیں۔

اور وہ لوگ بھی ظالم ہیں جو با اثر لوگوں کا دم بھرتے رہے۔ خدا کے ہاں ان کی یہ معذرت کام نہ آئے گی کہ ہم مجبور تھے کمزوروں اور بڑے

لوگوں کی باہمی توئکار کے ذکر کے بعد فرمایا: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ

کہ اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ بھی نفع نہ دے گی، ان پر خدا کی لعنت اور ان کے لئے بُرا ٹھکانہ ہے۔ (پ ۲۴۔ مومن، ع ۶)

وہ لوگ بھی ظالم ہیں جو اسلام کے صرف وہ فیصلے اپناتے ہیں جن میں ان کا فائدہ ہو ورنہ نہیں مانتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ . وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِبِينَ . بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ .

یعنی جب ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو ان میں کچھ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہاں اگر اس میں ان کا کچھ فائدہ ہوتا ہے تو اس کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ لوگ (یقیناً ظالم ہیں)۔

جو لوگ اپنے جتھے، کنبہ یا پارٹی کے سلسلہ میں اس قدر پختہ ہوتے ہیں کہ اگر وہ حق کا ساتھ بھی چھوڑ دیں تو یہ پھر بھی ان کو نہیں چھوڑتے۔ یہ لوگ بھی ظالم ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَمِنكُمْ

کہ مسلمانو! اپنے باپ دادوں اور بھائی بندوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں انکار حق کو اختیار کریں، (اور اس کے باوجود بھی) تم میں سے کوئی اگر ان کے ساتھ یارانہ رکھے گا تو ایسے لوگ ظالم ہوں گے۔

جو لوگ اعراض عن الحق کی راہ پر گامزن ہیں، قرآن نے ان کو سب سے بڑا ظالم (نااہل) قرار دیا ہے: وَمَن أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاہُ

کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہو گا جس کو خدا کی آیات یاد دلائی جائیں اور وہ اس سے رُوگردانی کرے اور اپنے پہلے کر توت بھول جائے۔“ (الکہف)

وَإِن لَّمْ يَخُصَّكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (ماندہ)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی ظالم ہیں۔

یہ ہے وہ تعین جو قرآن مجید نے ’ظالمین‘ کی فرمائی ہے۔ پس ایسے لوگ قیادت کے اہل قرار نہیں دیئے جاسکتے اور اسی لئے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں فرمادیا کہ:

لَا يَتَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ کہ میرا عہد ظالموں تک نہ پہنچے گا۔

خواہ وہ اولادِ ابراہیمی ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں۔

یہ لوگ بھی نااہل ہیں:

ظالمین کے علاوہ بھی قرآن مجید نے بعض لوگوں کی قیادت کی واضح نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ صاف الفاظ میں فرمایا:

وَلَا تُطِيعُ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْطًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنے نفس کا غلام ہو رہا اور جس کے کام حد سے گزرے ہوئے ہو گئے۔
(الکہف)

امام ماوردی (ف45ھ) نے لکھا ہے کہ:

”ملک کا سربراہ اپنی غیر معتدل خواہشات کا غلام ہو جائے اور اپنے شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا شرعی پابندیوں کی خلاف ورزی کرے۔ ایسی صورت میں کوئی شخص نہ تو امام منتخب ہو سکتا ہے اور نہ بطور سیاسی سربراہ اپنے عہدے پر قائم رہ سکتا ہے۔“

ان کے الفاظ یہ ہیں:

وَأَمَّا الْجَرَحُ فِي دَالْتِهِ وَهُوَ الْفُسْقُ فَهُوَ عَلَى ضَرْبَيْنِ، أَحَدُهُمَا مَا تَابِعَ فِيهِ الشَّهْوَةُ وَالْغَايَةُ مَا تَعْلُقُ فِيهِ بِشَبَهَتِهِ، فَمَا الْأَوَّلُ مِنْهَا فَمُتَعَلِّقٌ بِأَفْعَالِ الْجَوَارِحِ وَهُوَ ارْتِكَابُهُ لِلْمَحْزُورَاتِ وَأَقْدَامُهُ عَلَى الْمَنْكَرَاتِ تَحْكَمًا لِلشَّهْوَةِ انْقِيَادًا لِلْهَوَىٰ فَهَذَا فَسْقٌ يَمْنَعُ مِنَ انْعِقَادِ الْإِمَامَةِ وَنَاسْتَدَامَتِهَا (الاحکام ص15 السلطانیہ)

سورۃ الشعراء میں فرمایا:

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

”اور ان مسرفین اور عیاش لوگوں کی اطاعت سے پرہیز کرو جو تخریب پسند ہیں (یعنی قیادت عیاش اور تخریب پسندوں کے حوالے بھی نہ کرو) اور اصلاح احوال کی طرف توجہ نہیں دیتے۔“

چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ (النساء)

کہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جو رسول ﷺ کے خلاف کرے وار مومنوں کی دوستی چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے تو ہم اسے ادھر ہی دھکیل دیں گے جہنم کو وہ چل پڑا ہے پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

ظاہر ہے جو شخص جہنمی ہے وہ لائق اتباع اور مومنوں کی قیادت کا اہل کیسے ہو سکا ہے؟ قومی نمائندوں کے نعرے ایک ڈھونگ ہے۔ خداوند کریم کا واضح ارشاد ہے کہ:

إِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ

کہ تمہارے رب کی طرف سے جو تم پر نازل کیا گیا ہے اس کا اتباع کرو اور اسے چھوڑ کر دوستوں اور رفقائے کاتباع نہ کرو۔

لیکن اس کے باوجود ان (قومی نمائندوں) کو دستور سازی کے اختیارات کا حق دے کر ان کو خدا کے متوازی بٹھا دیا گیا ہے حالانکہ یہ سب مل کر بھی حکم خداوندی کو رد نہیں کر سکتے:

يُصَاحِبِي السَّجْنِ أَرْبَابٌ مُتَّفَقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ اے بارانِ جیل! (بھلا سوچو تو سہی) کہ یہ مختلف خدا اچھے ہیں یا زبردست اور وحدہ لا شریک لہ۔ اللہ“
”ارباب متفرقون“ سے مراد سربراہ مملکت، مشیرانِ کار اور احکام اعلیٰ ہیں۔ نیز آج کل کے یہ نمائندے بھی ”ارباب متفرقون“ میں داخل ہیں، جن کی وجہ سے علاقائی قیادتوں اور اطاعتوں کے انتشار نے وباء کی صورت اختیار کر لی ہے اور ان کی وجہ سے ملتِ اسلامیہ کے ”کلمہ جامعہ“ اور ”وحدتِ ملی“ کے امکانات کو شدید نقصان پہنچا ہے۔

قیادت کے اہل کون لوگ ہیں؟

ظالمین اور دوسرے نااہلوں کے برعکس قیادت کے اہل وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے:
الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ (پ ۷، الانعام۔ ۹۷)
کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی، وہی لوگ امن و امان کے مستحق ہیں اور یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔“

نیز ان کی اہلیت کی عام فہم اور واضح نشانی قرآن نے یہ بیان کی ہے:
الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (پ ۱۷، الحج۔ ۷)
یعنی یہ وہ لوگ ہیں اگر روئے زمین پر ہم ان کو اقتدار دیں تو وہ نمازیں قائم کریں گے۔
”زکوٰۃ“ سے مراد راہِ خدا میں مالی ایثار ہے، جس میں فرضِ زکوٰۃ بھی آجاتی ہے۔
”اقامتِ نماز“ سے مراد مسنون طریقہ سے نماز پڑھنے اور عبادیت کی اس۔۔۔۔۔ کو، جو ایک نمازی اپنی نماز میں پیش کرتا ہے۔ خارج میں بھی برپا کرنا ہے۔

”امر بالمعروف“ سے مراد نظامِ حق برپا کرنا اور ”نہی عن المنکر“ سے مراد نظامِ باطل کا قلع قمع کرنا ہے۔ رومیوں کو جب پے درپے شکستوں کا سامنا ہوا تو ہر قل روم نے دریافت کیا کہ اس کے اسباب کیا ہیں؟ چنانچہ ان سے ایک بزرگ آدمی بولے:

من اجل انهم يقومون الليل ويصومون النهار ويوفون بالعهد ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويتناصفون بينهم

کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان رات کو قیام کرتے ہیں، دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ عہد پورا کرتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند ہیں اور باہم انصاف کرتے ہیں۔

یہ سن کر ہر قل بولا: **’صدق‘** کہ تو نے سچ کہا!

حضرت امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الولاية لها ركنان (۱) القوة (۲) ولامانة، فالقوة في الحكم ترجع الى العلم بالعدل بتنفيذ الحكم، والامانة

ترجع الى خشية الله (الاختيارات العلمية ص ۱۹۷)

کہ حکومت کے دو (۲) ستون ہیں۔ قوت اور امانت، حکم میں قوت کے یہ معنی ہیں کہ عدل اور قانون کے نفاذ کا علم اور فہم ہو اور امانت کی بنیاد یہ ہے کہ دل میں خشیتِ الہی ہو۔

عدل اور قانون کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ عادل اپنی یا قوم کی خواہش نفس کے اتباع سے گریز کرتا ہو اور صرف حق کے اتباع کا دم بھرتا ہو جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

فَأَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ط (المائدة)

کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو اور ان کی خواہش نفس کی پیروی سے پرہیز کرو۔

نیز فرمایا: فَأَحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ (ص ۲)

کہ حق کے مطابق لوگوں کے درمیان حکومت کرو، خواہش کا اتباع نہ کرو، وہ تجھے گمراہ کر دے گی۔ اس لئے کہ حکومت صرف اسی کی ہے:

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ (يوسف) حکومت اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔

أَلَا لَهُ الْخُلُقُ وَالْأَمْرُ (اعراف) یہ بھی یاد رکھو کہ مخلوق بھی اسی (اللہ) کی ہے اور حکم بھی اسی اللہ کا چلنا چاہئے۔ اور ملک بھی اسی کا ہے:

أَسْأَلُكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (فاطر) اللہ ہی تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہت اور ملک ہے۔ اس میں آمیزش بالکل نہ ہونی چاہئے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر)

کہ ہم نے برحق کتاب آپ ﷺ پر نازل فرمائی ہے تو خالص خدا ہی کو غلامی ملحوظ رکھئے! سنیہ! خالص غلامی اور بے آمیز فرمانبرداری صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی اختلاف رونما ہو تو اس کا علاج افہام و تفہیم سے کرو، پکڑ دھکڑ سے نہیں:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (النساء)

یعنی اگر تمہارے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔ (وہاں سے جو رہنمائی ہو، اس کے مطابق کام کیا کرو) اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ غلط طریقہ سے کسی کو راستے سے ہٹانے کی کوشش نہ کیا کرو:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (بنی اسرائیل)

کہ جس جان کو اللہ نے حرمت والا بنایا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔

کیوں کہ جو لوگ اپنی برتری کے خبط میں مبتلا ہیں اور فساد کے متلاشی ہیں، وہ دنیا ہی میں نہیں، آخرت میں بھی ناقابلِ التفات ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا

کہ آخرت کا یہ گھر ان کے لئے جو زمین میں برتری کے خبط میں مبتلا نہیں ہیں اور نہ ہی تخریب کا رہیں۔ (القصص)

بلکہ انجام ان کا اچھا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

قیادت کا صحیح معنوں میں مستحق وہی شخص ہے جو مندرجہ بالا احکام الہی پابند اور ان (بیان کردہ) شرائط اور معیارات پر پورا اترتا ہو۔

علاوہ ازیں ایک قائد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دماغ میں شانہ و ادگی کا شمار نہ ہو بلکہ وہ صدق دل سے ملک و ملت کا خادم ہو اور اپنے

تئیں ایک نوکر تصور کرتا ہو۔

ابو مسلم خولانی (ف 62ھ) حضرت امیر معاویہؓ (ف 60ھ) سے ملنے آئے تو 'السلام علیک یا ایہا الجبیر' کہ (اے نوکر تم پر سلام ہو)

کہا، لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضرت امیر معاویہؓ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی۔ اس پر حضرت خولانی نے کہا:

انما انت اجیر استاجرت رب هذه الغنم لرعايتها فان هنأت جرباها وداویت مرضاها وحببت اولها علی

اخرها فقال اجرک سیدک

کہ ان بکریوں (رعایا) کے چرانے کے لئے رب نے آپ کو نوکر رکھ لیا ہے۔ اگر آپ نے ان کو وبائی امراض سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی اور

ان کے بیماروں کی دوا کی اور ان کا نظم قائم رکھا تو ان بکریوں کا مالک آپ کو مزدوری دے گا۔

قیادت کی ذمہ داری کو صحیح طور نبانے کا پتہ دراصل قائد کی نجی زندگی سے چلتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی نجی زندگی میں جو خدمات انجام دے سکتا ہو،

وہ تو انجام نہ دے، لیکن لوگوں سے کہے کہ مجھے اقتدار دوتا کہ میں تمہاری خدمت کروں۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

ملت اسلامیہ کے سربراہ، ارکانِ مجلس اور حکامِ اعلیٰ کے سلسلہ کے یہ وہ خصائص ہیں، جن کو ملکی دستور کی تدوین میں اولیں حیثیت حاصل ہونی

چاہئے، جب آپ ہر چھوٹی بڑی شے بیان کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حکومت کے کارکنانِ قضا و قدر کے بارے میں اسلام نے جن اسلامی اخلاق

ایمانی اقدار، اعمالِ صالحہ اور طہارتِ نفس کا ذکر کیا ہے، دستور میں ان کو آئینی حیثیت نہیں دیتے اور اس کا آپ کو کیوں یقین نہیں آتا کہ جب تک

حکمران طبقہ حاملِ قرآن نہیں ہوگا، وبالِ جان بنارہے گا اور بہتر دستور بھی ہاتھ آگیا تو محض ان کی وجہ سے رائیگاں جائے گا؟

ملت اسلامیہ کو چاہئے کہ وہ اپنی قیادت کے لئے اسلامی شرائط اور معیارات پر تول کر لینے کی ریت ڈالے تاکہ جو بھی ہمارے مقتدر کا تاراج نہ،

ہماری بگڑی بنا دے۔

اگلے شمارہ میں ہم اسلامی ریاست کے سربراہوں کے اسلامی اخلاق اور طرزِ حیات کے نمونے پیش کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ آپ اندازہ کر

سکیں کہ یہ صرف باتیں نہیں، ہماری تاریخ اور روایات ہیں جن کا اب ہم مکرر مشاہدہ کرنے کی جائز خواہش رکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

التفسیر والتعبیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(شروع) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان ہے۔

الْمَ . ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

الف، لام، میم، یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں۔

(۱) اَلْمَ (الف، لام، میم) یہ حروف بقرۃ، آل عمران، عنکبوت، روم، لقمان اور سجدہ کے شروع میں آئے ہیں۔ ان کا نام 'حروف مقطعات' ہے۔

۱۱۴ سورتوں میں سے (۲۹) سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ وہ کل یہ ہیں: ج، ر، س، ص، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ، ی۔

ان کے معنی کیا ہیں؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت امام ابن حزمؒ نے ان کو مشتبہات میں شمار کیا ہے^۱۔ بعض اکابر نے ان کے کچھ معنی بیان کیے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح کارواج دوسری زبانوں میں بھی ہے اور عربی میں بھی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب ان کی نکتہ آفرینیاں ہیں۔ یہ ان کے لغوی اور شرعی معنی نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اسرار الہیہ میں سے ہیں جن کو وہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کے معنی اَنَا اَللّٰهُ اَعْلَمُ (میں اللہ ہی بہتر جانتا ہوں) کر کے ان کا صیغہ راز اور اسرارِ مخفیہ ہونا واضح فرمایا ہے، مگر بہت سے اکابر نے 'اسے' ہی ان کے معنی تصور کر لیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ ان کو "کوڈورڈز" کی حیثیت دے سکتے ہیں بشرطیکہ آپ اس کے حق میں ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ ان کو جانتے تھے۔

اس صیغہ راز اور سرِّ الہی سے ہمیں کیا فائدہ؟ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان حروف مقطعات کے ذریعے بندوں کو 'تقویٰ و تسلیم' کی تعلیم دی گئی ہے کہ آپ صرف اس لئے ان کو 'حق اور برحق' مانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے 'وَالْحِكْمَةُ فِيهِ هُوَ كَمَالُ النُّقْيَادِ وَالطَّاعَةِ'^۲ تقویٰ و تسلیم مقامِ عبدیت کے عظیم شعائر میں سے ہیں۔ اس لئے ایمان بالغیب کو مکالمِ ایمان میں ایک اہم اور عظیم مقام حاصل ہے، جب تقویٰ و تسلیم کے باب میں کوئی راسخ ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ باتیں اور اسرارِ دل کی آواز بن جاتے ہیں۔

(۲) ذَلِك (وہ) ذال اشارۃ قریب، ذاک اشارۃ متوسط اور ذلک اشارۃ بعید کے لئے آتا ہے۔ اشارۃ بعید سے مقصود کبھی معبود و ذہنی ہوتا ہے یعنی مشاۃ الیہ متکلم اور مخاطب کے ذہن میں ہوتا ہے۔ کبھی تحقیق اور کبھی واقعۃً بعدِ زمانی اور بُعدِ مکانی ملحوظ ہوتا ہے اور کبھی اس کا محرک "علوِ شان" کا احساس ہوتا ہے جیسے ایک عظیم انسان جو گوسا منے ہوتا ہے مگر آنجناب کر کے اس کی بات کی جاتی ہے۔ یہاں بھی (ذلک) "الکتب" کے علوِ شان (اوپنی شان) کے لئے استعمال ہوا ہے اور یہ اس وقت آپ محسوس کریں گے جب آپ 'وہ' کو لمبی آواز میں اور کھینچ کر 'وہ' کر کے بولیں گے۔ کتب سے قرآن پاک مراد ہے اور یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس سے قرآن ہی مقصود ہوتا ہے یہ شریعت اور دینِ مبین کا اولین اور بنیادی ماخذ ہے۔ سنت،

^۱ الاحکام

^۲ خازن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اجماع اور قیاس سبھی اسی کے شارح ہیں۔

(۳) لَا (بالکل نہیں) یہ حرف عدم محض کے معنے دیتا ہے یعنی جس لفظ یا جملہ پر داخل ہوتا ہے اس کی جنس کی بالکل نفی کر دیتا ہے۔ اس شے کی نفی کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ بالکل ہے ہی نہیں یہ اس کے اصلی معنے ہیں۔ یا یہ کی جیسی چاہئے تھی ویسی نہیں ہے، یہ اس کے مجازی معنے ہیں۔ اس کا فیصلہ قرآن، پیرائے بیان، عرف اور اصول کے سیاق و سباق کو دیکھ کر کیا جاتا ہے کہ یہاں اصلی معنے مراد ہیں یا مجازی۔

(۴) رَیْب (شک، تردد اور قلق) اس سے مراد شک اور تردد ہے جو وجہ اضطراب بنتا ہے۔ (حقیقتاً قلق النفس واضطرابہا قالہ زخشری وقال البیضاوی: سمی بد الشاک لانه یقلق النفس ویزیل الطمانیۃ، بیضاوی)

ریب کا علق قلب کے علم اور عمل سے ہے، لیکن شک کا تعلق صرف علم قلب سے ہے۔ اس لئے جب تک دل علم و عمل کی حد تک مطمئن نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو یقین سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا:

الریب یکون فی علم القلب وفی عمل القلب بخلاف الشک فانه لا یکون الا فی العلم ولهذا لا یوصف بالیقین الا من اطمأن قلبه علماً وعملاً (کتاب الایمان ص ۱۱۲)

مقصد یہ ہے کہ اس کتابِ مبین کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اس کے مضامین اور عجائبات مقام حیرت تو ضرور ہیں لیکن خلجان اور اضطراب کا سبب نہیں ہیں۔ یہ ایک کریم رہنما، مشفق رفیق سفر اور نورانی مشعلِ راہ ہے۔ جس سے سالک ایک گونہ طمانیت اور سکینت ہی محسوس کرتا ہے کیونکہ جہاں اجالا ہی اجالا ہو وہاں اضطراب کہاں اور تردد کیسا؟ اس کے باوجود اگر کسی صاحب کو اس سلسلہ میں تردد اور شکوک و شبہات کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں تو اس اپنا ہی جائزہ لینا چاہئے۔ حضرت امام ابن القیمؒ آیت لَا یَمْسَهُ إِلَّا الْبُطْهُرُونَ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ قرآنِ حمید کے مضامین اور معانی سے صرف انہی کو مناسبت حاصل ہو سکتی ہے، جن کا دل پاک ہو اور وہی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو اسے کلامِ خدا تصور کرتے ہیں، جو قرآن کے ظاہر کے برعکس اس کے مخالف باطنی معنوں پر یقین رکھتا ہو، جو قنوطی اور وہمی بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اونچا کلام ہے، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، بس حق ماننا ہی کافی ہے یا جو اس کو اپنے مسلک اور مشرب کے تابع رکھنا چاہتا ہے اور اپنے گروؤں کے اقوال کی ترازو میں تول تول کر اس سے کسب فیض کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص دل و جان سے اپنے ظاہر اور باطن پر اس کی حکمرانی کو قبول نہیں کرتا یا اس کے اوامر، نواہی اور اخبار کا امتثال نہیں کرتا، ان سب لگوں کے دلوں کی یہ گھٹن، قرآنِ حکیم سے کسب فیض اور مناسبت کے حصول میں مانع ہے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس سے جو چاشنی پائی تھی، یہ لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

کل هؤلاء لم تمس قلوبهم معانیہ ولا يفهمونه کما ینبغی ان يفهم ولا یجدون من لذۃ حلاوتہ وطعہ ما وجده الصحابة ومن تبعهم (اقسام القرآن ملخصاً وملتقطاً)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

پرہیز گاروں کی رہنمائی ہے۔

(۱) **فِيهِ** (اس میں) فیہ کے دائیں بائیں نقطوں کے جو نشان ہیں۔ وہ اس بات کی علامت ہیں کہ فیہ کا تعلق دائیں لفظ سے بھی ہو سکتا ہے اور بائیں والے لفظ سے بھی۔ وقف فیہ پر کریں اور **لَا رَيْبَ فِيهِ** پڑھیں یا وقف لَارَيْبَ پر کریں اور **فِيهِ** کو **هُدًى** کے ساتھ ملا کر **فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ** پڑھیں، دونوں درست اور جائز ہیں۔

لَا رَيْبَ فِيهِ کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ: 'اس میں کچھ بھی شک نہیں' اور جب **فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ** پڑھیں گے تو معنی یوں کریں گے کہ 'متقی لوگوں کے لئے ہدایت صرف اسی میں ہے۔' دوسری صورت کو اختیار کیے بغیر بھی بات وہی ہے جو بیان کی گئی ہے، لیکن سیاق کلام کے لحاظ سے صورت پہلی رائج ہے یعنی **فِيهِ** کو **لَا رَيْبَ** سے ملا کر پڑھنا چاہئے! امام ابن کثیر (ف 774) نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور **هُدًى** کو کتاب کی صفت قرار دیا ہے کیونکہ دوسرے مقامات پر ایسا ہی واقع ہوا ہے۔

(۲) **هُدًى** (ہدایت) کے دو معنی ہیں (۱) راہ رکھنا اور (۲) راہ پر لا دینا۔ پہلی ہدایت تو عام ہے مسلم اور کافر سبھی کے لئے کھلی ہے اور سب پر واضح کر دی گئی ہے دوسری ہدایت خاص ہے، کامل اور خدا کا خاص انعام ہے۔ مگر اس کے حصول کے لئے تین شرطیں اور فضائل حمیدہ ضروری ہیں:

۱۔ مطلوب واحد ہو (۲) طلب واحد ہو (۳) اور طریق (راہ) واحد ہو۔ مطلوب واحد سے حق، طلب واحد سے جذبہ اتباع اور طریق واحد سے سنت مراد ہے یعنی صرف حق سامنے ہو، اس کی غلامی کا جذبہ کار فرما ہو اور سنت کے مطابق اس کے حصول کی کوشش ہو۔ حضرت امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

والهدى التمام يتضمن توحيد المطلوب وتوحيد الطريق الموصلة والانقطاع (اقسام القرآن ص ۲۶)

اس کے باوجود اگر گوہر مقصود ہاتھ نہ لگے تو پھر سمجھ لیجئے کہ ان میں سے کسی ایک میں یا سب میں کوئی بے جا آمیزش ہو گئی ہے۔ مطلوب میں آمیزش سے توحید اور اخلاص نہیں رہتا۔ طلب میں آمیزش، صدق اور عزم صمیم کو متزلزل کر دیتی ہے اور طریق میں آمیزش سے امتثال امر ممکن نہیں رہتا۔ پہلی صورت سے انسان شرک اور ریاء میں پڑ جاتا ہے۔ دوسری سے محصیت کا شکار ہو جاتا ہے اور تیسری کی وجہ سے بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے:

وتخلف الوصول يقع من الشركة في هذه الامور او في بعضها فالشركة في المطلوب تنافي التوحيد والاخلاص والشركة في الطلب تنافي الصدق والحزيمة والشركة في الطريق تنافي تباع الامر فالوال يوقع في الشرك والرياء والثاني يوقع في المعصية والبطالة والثالث يوقع في البدعة ومفارقة السنة فتوحيد المطلوب يعصم من الشرك

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وتوحيد الطلب يعصم من المعصية وتوحيد الطريق يعصم من البدعة والشیطان (اقسام القرآن ص ۲۶)

ہدایت، دل کی دولتِ ایمان ہے اور یہ جنسِ بازار نہیں ہے کہ کوئی کہیں سے ڈھونڈ کر لائے۔ یہ تو صرف خدا کے بس کی بات ہے۔ جس دل کو چاہتا ہے اس دولت سے مالا مال کر دیتا ہے:

يطلق الهدى ويراد به ما يقر في القلب من الايمان وهذا لا يقدر على خلقه في قلوب العباد الا الله عز وجل
قال الله تعالى (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ) وقال (لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ) وقال (مَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ) وقال
(ومن يهدي الله فهو المهتد ومن يضلل فلن تجد له وليا مرشدا) (تفسير ابن کثیر)

ہاں وہ اعمال اور افکار، حصولِ ہدایت کے لئے ایک بہانہ یا کیش کا ذریعہ بن سکتے ہیں جن کی نشاندہی کتاب و سنت نے کی ہے۔
(۳) **لِلْمُتَّقِينَ** (متقی لوگوں کے لئے) ”ہدایتِ کامل“ کے بیان میں جو تین خصائلِ حمیدہ اور اوصافِ بیان کئے گئے ہیں، ان کے حامل دراصل یہی، متقی، لوگ ہیں اور یہی ان کا جامع تعارف بھی ہے، اس لئے کامل ہدایت، کے اعزاز سے سرفراز بھی یہی بندگانِ خدا ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعبؓ سے تقویٰ کی حقیقت دریافت کی تو وہ بولے: کیا کبھی خاردار راستہ سے بھی آپ گزرے؟ فرمایا: کیوں نہیں! پھر پوچھا، تو پھر کیا کرتے ہو؟ بولے: بس بچ بچا کر دامنِ سمیٹے گزر جاتا ہوں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔“

**حدثنا عن التقوى فقال هل اخذت طريقا ذا شوك قال نعم قال فما عملت فيه ؟ قال حذرت وتشمرت
قال كعب وذلك التقوى (بغوى وغيره) ابن کثیر میں کعب کے بجائے ابی بن کعب ہے۔**

بعض علماء لکھتے ہیں کہ تقویٰ کے تین درجے ہیں: پہلا یہ کہ عذابِ جاوداں سے بچ جائے یعنی شرک سے محفوظ رہے، دوم مزید معاصی اور سینات سے بھی پرہیز کرے۔ شریعت کی زبان میں تقویٰ سے مراد یہی درجہ ہے اور تیسرا یہ کہ شبہات تک سے پرہیز کرے اور ان مباح امور کو بھی ترک کر دے جو معاصی کا سبب بن سکتے ہیں۔ باطن کو غیر حق کی دل چسپیوں سے بالکل پاک کر دے اور اپنے اعضاء و جوارح کو باری تعالیٰ کی جناب کے لئے یکسو رکھے **وَاتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ** میں اسی مرتبہ کا ذکر ہے^۳۔ اس کے علاوہ عرف شرح میں لفظ تقویٰ کئی ایک معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً بمعنی ایمان **(وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى)** بمعنی توبہ **(وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا)** بمعنی اطاعت **(لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ)** بمعنی ترکِ گناہ **(وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ)** بمعنی اخلاص **(فَاتَّقُوا مِنَ الْقُلُوبِ)**^۴ بمعنی خوف **(وَسَيَقِ الذِّينَ اتَّقُوا رَبَّهُمْ)** بمعنی بچاؤ **(أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ)** (مفردات) الغرض جو خدا سے ڈرتے ہیں وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اور دھڑکتے دل کے ساتھ سفرِ حیات کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ انہی سلیم الفطرۃ اور سنجیدہ لوگوں کے لئے قرآنِ حمید مشعلِ راہ بھی ہے اور رفتی سفر بھی۔ صحیح معنی میں یہی لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں اس لئے بالخصوص ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ حکیم کا صحیح مصرف،

^۳ تفسیر عزیزی

^۴ ایضاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمل ہے، باقی رہی اس کی تلاوت۔ سو یہ بھی گواہِ ثواب ہے تاہم مطلوب وہی عمل اور طرزِ حیات ہے جو لے کر وہ ہم پر نازل ہوا ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ بندہ مومن ہاتھ نہیں آتا جس کو خدا کا پورا پورا اعتماد حاصل ہو۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

جو غیب پر ایمان لائے

يُؤْمِنُونَ (ایمان لاتے ہیں) سچے دل سے خدا کی بات ماننے اور اس کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔ قرآن و حدیث میں یہ لفظ کبھی تنہا استعمال ہوا ہے اور کبھی اسلام کے ساتھ۔ تنہا کی صورت میں تو ایمان قلبی اور اعمالِ صالحہ (اسلام) دونوں مراد ہوتے ہیں اور جہاں ایمان اسلام کے ساتھ آیا ہے وہاں اسلام سے مراد ظاہری اعمال اور ایمان سے مراد ایمان باللہ ہے۔

فلما ذكرنا لایمان مع الاسلام جعل الاسلام هو الاعمال الظاهرة كالشهادتين ---- وجعل الایمان ما فی القلب من الایمان بالله ---- واذا ذكر اسم الایمان مجردا دخل فیہ الاسلام والاعمال الصالحة (کتاب الایمان ص ۵)

بعض نیک کاموں کے نہ ہونے پر ایمان کی نفی کر دی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ فرض ہے جیسے **لا صلوة الا بام القرآن** (فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہے) اگر اعمالِ خیر کی بنا پر فضیلت کا ذکر آیا ہے مگر ایمان کی نفی نہیں کی گئی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ چیز مستحب ہے اور جو لوگ اس سے نفی کمال مراد لیتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک ایسا کمال جس ترک کر دینے سے انسان سزا کا حقدار ہو جاتا ہے تو یہ ٹھیک ہے لیکن اگر نفی کمال سے مستحب کی نفی مراد ہے تو یہ غلط ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا استعمال نہیں ملتا۔ **ثم ان نفی الایمان عند عدمها دل انہا واجبة وان ذکر فضل صاحبها (ای اعمال البر) ولم ینف ایمانہ دل علی انہا مستحبة ---- فمن قال ان النفی هو الکمال فان اراد انہ نفی الکمال الذی یذم تادکہ ویتعرض للعقوبة فقد صدق وان اراد انہ نفی الکال المستحب فهذا لم یقع قط فی کلام الله ورسوله ولا یجوز ان یقع** (کتاب الایمان ص ۵-۶)

باقی رہے وہ لوگ جو اہل ایمان ہونے کے باوجود 'عمل میں خام' ہیں کیا ان کو مومن کہہ سکتے ہیں؟ امام ابن تیمیہ (ف 768ھ) فرماتے ہیں، مطلقاً تو نہیں، ہاں ناقص الایمان ان کو کہہ سکتے ہیں:

فالومن لابد ان یحب الحسنات ولا بد ان یبغض السيئات ولا بد ان یسره فعل الحسنه ویسوء فعل السيئة ومتی قدر انہ فی بعض الامور لیس كذلك کان ناقص الایمان (کتاب الایمان ص ۲۰)

لیکن شرط یہ ہے کہ جو خامی پیدا ہو گئی ہے، اسے وہ دل سے ناپسند ہی کرتا ہو۔ **ولکن لابد ان یکون کارها لها ---- فمن لم یکره ---- لم یکن منهم** (کتاب الایمان ص ۲۰)

ایمان اور اسلام میں فرق واضح ہے۔ ایمان دل کی بات کا نام ہے جیسے تصدیق، اقرار اور معرفت اور اسلام ایمان کے عملی مظاہر کا نام ہے یعنی دل

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور جو ارح کے اعمال کا نام ہے جیسے اللہ کے حضور، تذلل اور عبودیت کے ساتھ حاضری دینا:

الاسلام هو الاستسلام وهو الخضوع له والعبودية له --- فالاسلام في الاصل من باب العمل عمل القلب والجوارح واما اليمان فاصله تصديق و اقرار ومعرفة فهو من باب قول القلب المتضمن عمل القلب والاصل فيه التصديق والعمل تابع له (كتاب الايمان)

ہاں قرآن میں صرف 'اسلام' کی بنیاد پر دخول جنت کا ذکر نہیں آیا کیونکہ بظاہر ایسا ایک منافق بھی کر سکتا ہے ہاں صرف ایمان کے ساتھ جنت کا ذکر ملتا ہے۔

واما الاسلام المطلق المجرد فليس في كتاب الله تعليق دخول الجنة به كما في كتاب الله تعليق دخول الجنة بالايمن المطلق المجرد (ايضاً ص ۱۰۴)

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اسلام افضل ہے یا ایمان۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اسلام افضل ہے، ایک اور گروہ کا نظریہ ہے کہ دونوں برابر ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان ہی افضل اور اکمل ہے اور یہی حق بھی ہے۔

والقول الثالث ان الايمان اكمل وافضل وهذا هو الذي دل عليه الكتاب والسنة في غير موضع (ايضاً ص ۱۶۸)
بعض نم نے یُؤْمِنُونَ کے معنی يَخْشَوْنَ (ڈرتے ہیں) کیے ہیں (ومنهم من فسرہ بالخشية- ابن كثير) اس کی تائید دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے۔

صحف سماوی کے ذکر میں فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ

اور ہم نے (حضرت) موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کو فرقان، روشنی اور نصیحت پر ہیز گاروں کے لئے عنایت کی۔ (پ ۱۷۱- الانبیاء- ع ۴)
اس کے بعد متقی لوگوں کا تعارف کرایا:

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ (ايضاً)

جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

سورہ فاطر میں ہے:

إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ (پ ۲۲- فاطر- ع ۳)

آپ تو بس ان ہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم کرتے ہیں۔

سورہ ملک میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (پ ۲۹- ع ۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جو لوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

جن بزرگوں نے بِالْغَيْبِ کے معنی لوگوں سے غائب رہ کر کیے ہیں یہ آیات ان کی تائید کرتی ہیں (الْقُرْآنُ يَفْسِرُ بَعْضُهُ بَعْضًا) اس لئے اگر یہاں پر يُؤْمِنُونَ کے معنی يَخْشَوْنَ کیے جائیں تو یہ قرآن تفسیر ہوگی۔

دراصل ایمان (خدا اور اس کی بات ماننے) کے ضمن میں سبھی کچھ آجاتا ہے۔ بیم بھی اور رجاء بھی، ڈر بھی، امید بھی۔ حسن ظن بھی اور عقیدت بھی، جوہ شناسی بھی اور قدر دانی بھی۔ اس لئے ہمارے نزدیک یہ سب امور ایمان کے خواص، مقتضیات اور مکارم مزاج میں داخل ہیں۔ بناء بریں تفسیر یہ بھی صحیح اور وہ بھی (فكل هذه متقاربة في معنى واحد۔ ابن کثیر)

رسائل و مسائل

کیا عامل بالحدیث (اہل حدیث) ہونا ممکن ہے؟

شیخ الحدیث مولانا محمد کنگن پوری

رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار کا نام سنت ہے اور اسی کے بیان کا نام حدیث، گویا دونوں معنی ایک ہیں۔ البتہ اعتباری فرق ہے۔ لیکن بعض نادان دوستوں نے اس نام کے اختلاف کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس پر مستقل فرقے بنادیئے ہیں حالانکہ یہ لوگ اگر فرقہ بندی جسے قرآن، شرک (وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ الآية) اور بن سی بے گانگی (إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ) قرار دیتا ہے۔ کے چکروں سے اجتناب کرتے ہوئے اعتقاداً و عملاً سنت و حدیث کو اپناتے تو صحیح مسلمانی کا نمونہ پیش کرتے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ اہل سنت اور اہل حدیث نام کی ان تحریکوں کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ فکری اور اجتہادی سلامتی کی غرض سے ہی اٹھی تھیں اور دونوں کا مطمح نظر یہ تھا کہ اعتقادی اور فقہی طور پر امت انتشار کا باعث نہ ہو، افسوس کہ آج ہی نام تفریق امت کا سبب ہیں۔

زیر نظر چند اعتراضات اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ادارہ کے نام، تحریری جوابات لکھنے والے ہمارے محترم لکھتے ہیں کہ یہ سوالات کافی عرصہ سے میرے پاس آئے ہوئے تھے، لیکن عدم الفرضی، پھر سائل کی کئی لغویات کی وجہ سے بھی، جوابات نظر انداز کرتا رہا۔ واقعی سوالات مفروضوں پر مبنی ہیں، لیکن ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ اس لحاظ سے بعض دفعہ مفید بھی رہتا ہے کہ متعصب لوگوں کی طرف سے ایسی غلط فہمیاں عام پھیلائی جاتی ہیں اور ان سے کچھ مخلص اور پڑھے لکھے لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح نفرت کے جذبات بڑھ کر مزید انتشار امت کا سبب بنتے ہیں۔ (ادارہ)

اعتراض:

1. کسی کا اہل حدیث ہونا یا عامل بالحدیث ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دو نقیضیں یا دو ضدیں جمع ہونا ناممکن ہے۔

حدیث کے لغوی معنی ہیں بات، گفتگو یا کلام۔ قرآن پاک میں ربّ زوالجلال فرماتے ہیں:

”قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا۔ بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتیں و ناول قصے خریدتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکادیں۔“

اس تیسری آیت میں ناول قصے کہانیوں کو حدیث فرمایا گیا ہے۔ اصطلاح شریعت میں حدیث اس کلام کا نام ہے جس میں حضور سید عالم ﷺ کے اقوال یا (۲) اعمال، اسی طرح صحابہ کرام کے اقوال و اعمال (۳) بیان کیے جاویں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عامل بالحدیث فرقہ سے سوال ہے کہ تم کون سی حدیث پر عامل ہو؟ لغوی پر یا اصطلاحی (۴) پر؟ اگر لغوی حدیث پر عامل ہو تو چاہئے کہ ناول گو، قصہ خواں اہل حدیث ہو کہ وہ ”حدیث“ یعنی باتیں کرتا ہے۔ ہر سچی جھوٹی بات پر عمل کرتا ہے اور اگر اصطلاحی حدیث پر عامل ہو تو پھر سوال یہ ہوگا کہ ہر حدیث پر عامل ہو یا بعض پر (۵)؟ اول تو غلط (۶) ہے کیونکہ حضور (۷) کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص ہی عامل ہے۔ حضور فرماتے ہیں سچ نجات دیتا ہے، ”جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ ہر مشرک و کافر اس کا قائل ہے“ وہ سب ہی اہل (۸) حدیث ہو گئے۔ تم حنفی (۹)، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانوں کو اہل حدیث کیوں نہیں مانتے۔ یہ تو ہزار ہا حدیثوں پر عمل کرتے ہیں اور اگر اہل حدیث کے معنی (۱۰) ہیں، حضور کی ساری حدیثوں پر عمل کرنے والے تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ بعض حدیثیں منسوخ (۱۱) ہیں اور بعض ناسخ۔ بعض حدیثوں میں جو رسول اللہ ﷺ کے وہ خصوصی (۱۲) اعمال شریف بیان ہوئے ہیں جو حضور ﷺ کے لئے مباح یا فرض تھے، ہمارے لئے حرام ہیں۔ جیسے منبر (۱۳) پر نماز پڑھنا، اونٹ پر طواف فرمانا، حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے لئے سجدہ دراز فرمانا، حضرت امام بنت ابی العاص کو کندھے پر لے کر نماز پڑھنا، نوبیویاں نکاح میں رکھنا، بغیر مہر نکاح ہونا، ازواج میں عدل و مہر واجب نہ ہونا۔

بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کلمہ یوں پڑھتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (۱۴) اِنِّي رَسُولُ اللَّهِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں)

غیر مقلد اسی حدیث پر عمل کر کے اس طرح (۱۵) کلمہ کا ورد کریں۔

غرضیکہ حدیث میں حضور ﷺ کے ایسے اقوال و اعمال بھی ذکر ہیں جو حضور ﷺ کے لئے کمال ہیں اور ہمارے لئے کفر (۱۶)۔

اسی طرح حضور ﷺ کے وہ افعال کریمہ جو نسیان (۱۷) یا اجتہادی خطا سے سرزد ہوئے، حدیث (۱۸) میں مذکور ہیں۔ غیر مقلدوں کو چاہئے کہ وہ ان پر بھی عمل کریں۔ ہر حدیث پر جو عامل ہوئے۔

بہر حال کوئی شخص ہر حدیث پر عمل نہیں کر سکتا (۱۹)۔ جو اس معنی میں اپنے کو اہل حدیث یا عامل بالحدیث کہے وہ جھوٹا ہے۔ جب نام میں ہی جھوٹ ہے تو اللہ کے فضل سے کام بھی سارے کھوٹے ہی ہوں گے۔

اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا، ”لازم پکڑو میری اور خلفاء راشدین کی سنت (۲۰) کو۔“ یہ نہ فرمایا کہ میری حدیث (۲۱) کو لازم پکڑو۔ کیونکہ ہر حدیث لائق عمل نہیں، ہر سنت (۲۲) لائق عمل ہے۔

حضور کے وہ اعمال طیبہ جو منسوخ بھی نہ ہوئے ہوں، حضور سے بھی نہ ہوں، خطا، نسیاناً بھی سرزد نہ ہوں بلکہ امت کے لئے لائق عمل ہوں، انہیں سنت (۲۳) کہا جاتا ہے۔ لہذا ہمارا نام اہل سنت (۲۴) بالکل حق اور درست ہے کہ ہم بفضلہ تعالیٰ حضور ﷺ کی ہر سنت پر عامل ہیں۔ اہل حدیث نام بالکل غلط ہے کیونکہ ہر حدیث پر عمل ناممکن ہے۔

اب حدیثوں کی یہ چھانٹ کہ کون سی حدیث منسوخ (۲۵) ہے، کون سی محکم۔ کونسی حدیث حضور کے خصائص میں سے ہے اور کون سی سب کی اتباع کے لئے، کون سا فعل اقتداء کے لئے ہے اور کون سا نہیں، کس فرمان کا کیا منشا ہے، کس حدیث سے صراحتہ کیا مسئلہ ثابت ہے اور کس سے اشارہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کون سا دلالت، کون اقتضاء۔ یہ سب کچھ امام مجتہد ہی بتا سکتا ہے، ہم جیسے عوام وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ جیسے قرآن پر عمل کرنا حدیث کا کام ہے ایسے ہی حدیث پر عمل کرنا امام مجتہد کا کام ہے۔ یوں سمجھو کہ حدیث شریف رب تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ اور امام مجتہد اس راستہ کا توڑ۔ جیسے بغیر روشنی راہ طے نہیں ہوتی، بغیر امام مجتہد حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل ناممکن ہے۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں:

”بغیر مجتہد قرآن و حدیث گمراہی کا باعث ہیں۔“

رب تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے:

”(اللہ تعالیٰ) قرآن کے ذریعے بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔“

چکڑ الوئی اس لئے گمراہ ہیں کہ وہ قرآن شریف کو بغیر (۲۶) حدیث کے نور کے سمجھنا چاہتے ہیں۔ براہ راست رب تک پہنچتے ہیں۔ غیر مقلد آس لئے راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں کہ یہ حدیث کو بغیر علم کی روشنی اور بغیر امام (۲۷) مجتہد کے نور کے سمجھنا چاہتے ہیں۔ مقلدین اہل (۲۸) سنت کا بیڑا پار ہے (ان شاء اللہ) کہ ان کے پاس کتاب اللہ بھی ہے، سنت رسول اللہ بھی اور سراج امت امام مجتہد کا نور بھی۔

خلاصہ یہ کہ اہل حدیث بنانا ممکن اور جھوٹ، اور اہل سنت بننا حق اور درست ہے۔ اہل سنت وہی ہو سکے گا جو کسی امام کا مقلد ہو گا۔ قیامت کے دن رب تعالیٰ اپنے بندوں کو اماموں (۲۹) کے ساتھ پکارے گا۔ (قرآن حکیم)

خیال رہے کہ قرآن و سنت کا سمندر ہم مقلد بھی عبور کرتے ہیں اور غیر مقلد وہابی بھی۔ لیکن ہم تقلید (۳۰) کے جہاز کے ذریعہ سے جس کے ناخدا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (۳۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی ذمہ داری (۳۲) پر سفر کر رہے (۳۳) ہیں، لہذا ہمارا بیڑا پار ہے اور غیر مقلد وہابیوں کا انجام غرقابی ہے کیونکہ وہ خود اپنی ذمہ داری پر (۳۴) اس سمندر میں چھلانگ لگا رہے ہیں۔

عامل بالحدیث ہونا ممکن بلکہ ضروری ہے

الجواب:

1. یہ آپ کی غلط فہمی ہے ورنہ اہل حدیث اور عامل بالحدیث ہونا عین ممکن ہے کیونکہ نبی ﷺ کی اتباع اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہے اور اللہ تعالیٰ تکلیف والا یطابق کو یعنی غیر ممکن کو فرض قرار نہیں دیتے اور نبی ﷺ جن کی شان ”عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ“ ہے، امت کے لئے غیر ممکن بلکہ حتی الامکان مشکل بھی پسند نہیں فرماتے۔ پھر حدیث جو آپ ﷺ کے اقوال، اعمال، احوال اور تقریرات کا نام ہے، پر عمل کرنا اور اہل حدیث ہونا ناممکن کس طرح ہوا؟ یہ تو بزعیم آپ کے اللہ نے نفیضین اور ضدین کو جمع کر دیا، حالانکہ یہ ذی عقل سے محال ہے۔ نیز جب یہ مسلمہ بات ہے کہ دین کے چار ادلہ ہیں یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور صحیح قیاس، اور چاروں کی اتباع امت کے لئے فرض ہے، تو پھر عمل بالحدیث غیر ممکن کس طرح ہوا، جب کہ اس کی اتباع فرض ہے؟ نیز یہ مسلمہ امر ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے، جب قرآن پر عمل ممکن اور فرض ہے تو تفسیر (حدیث) پر کیوں ممکن اور فرض نہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نیز وحی کی دو قسمیں ہیں ”متلو“ یعنی قرآن اور ”غیر متلو“ یعنی حدیث اور دین کے معاملہ میں اللہ نے اپنے نبی کا ذمہ لیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ جو بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے: **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ** (قرآن) کی اتباع فرض ہو اور دوسری وحی (حدیث) کی اتباع ناممکن ہو، عقل کے خلاف ہے۔ لہذا اہلحدیث ہونا اور عامل بالحدیث ہونا عین ممکن ہے، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور سلف صالحین پورے عامل بالحدیث تھے اور یہ بات تاریخ دانوں پر مخفی نہیں۔ ہاں آپ کو معلوم نہ ہو تو یہ آپ کے علم کا قصور ہے۔

نیز اس دعوے میں کہ آپ ﷺ کی ساری حدیثوں پر عمل کرنا ناممکن ہے، آپ منفرد ہیں آپ سے پہلے کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور ناممکن ہونے کے جو وجوہ آپ نے بیان کئے ہیں اس میں بھی آپ منفرد ہیں، کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ”چونکہ بعض حدیثیں منسوخ ہیں اور بعض خاصے وغیرہ ہیں لہذا ساری حدیثوں پر عمل کرنا ناممکن ہے۔“

2. حدیث کی تین قسمیں ہیں: قولی، فعلی اور تقریری، آپ نے صرف قولی اور فعلی کا ذکر کیا ہے لیکن تقریری چھوڑ گئے ہیں جو آپ کی کم علمی پر دال ہے۔

3. صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال و اعمال موقوف حدیث کہلاتے ہیں، ان پر عمل اس وقت جائز ہے جب کہ صحیح مرجوع حدیث کے خلاف نہ ہوں، مخالفت کی صورت میں ان پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ انسانوں میں سے دین کے معاملہ میں صرف نبی ﷺ ہی معصوم ہیں باقی سب سے غلطی ممکن ہے چنانچہ **”المجتہد یخطئ ویصیب“** سب کا مسلمہ ہے کہ مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور گاہے صحیح بھی کہتا ہے۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعودؓ بوقت رکوع تطبیق کرتے تھے یعنی گھٹنوں میں ہاتھ رکھتے تھے اور معوذتین کو قرآن کی سورتیں نہیں مانتے تھے بلکہ آنحضرت ﷺ کی دعائیں خیال کرتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں باتیں ان کی، صحیح مرفوع حدیث کے خلاف ہیں، لہذا ان کا ماننا جائز نہیں۔

4. ہم اہلحدیث اصطلاحی حدیث پر عامل ہیں، لہذا ناول گو اور قصہ خواں اہل حدیث نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ لغوی حدیث پر عامل ہیں۔

5. ہم اہل حدیث کل احادیث مرفوعہ صحیحہ قابل عمل پر عامل ہیں، لہذا ہم اہلحدیث ہیں۔

6. جب سب حدیثوں پر عمل ممکن ہے بلکہ فرض جیسا کہ (۱) میں ثابت کر چکا ہوں، تو پھر غلط کس طرح ہوا۔

7. یہاں دلیل اور مدلول میں مطابقت نہیں، یعنی اول تو غلط ہے یعنی ”ہر حدیث پر عامل ہونا غلط ہے۔“ مدلول ہے اور ”کیونکہ حضور ﷺ

کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص ہی عامل ہے۔“ دلیل ہے۔ ان میں مطابقت کس طرح ہوئی؟ یعنی دعویٰ یہ کہ ہر حدیث پر کوئی عامل نہیں ہو سکتا اور دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص عامل ہے۔ کیا آپ ﷺ کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص کا عامل ہونا

ہر حدیث پر عمل کرنے سے مانع ہے۔ **فتفکر و تدبر**

⁵ سنا ہے کہ معوذتین کے بارہ میں ان کا رجوع ثابت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

8. وہ سب اہل حدیث نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ حقیقتاً آپ ﷺ کی اتباع کے قائل نہ ہوں، کیونکہ وہ نبی کی اتباع اس حیثیت سے نہیں کرتے کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور نبی کی اتباع فرض ہے، بلکہ جس فرمان میں ان کو اپنا کوئی فائدہ نظر آتا ہے اس پر عمل کر لیتے ہیں، اس لئے وہ اہل حدیث نہیں ہو سکتے۔

نیز اہل حدیث وہ ہے جو آپ کی تمام احادیث کا قائل ہو جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ ہم اہل حدیث آپ ﷺ کی تمام حدیثوں کے قائل ہیں اگرچہ ہمارے عمل میں بھی قصور ہے لیکن ہم آپ ﷺ کی سب حدیثوں کے قائل ہیں اور سب کو واجب العمل جانتے ہیں۔ عمل میں قاصر ہونا اور عمل میں کوتاہی دوسری چیز ہے۔ فافہم

9. مقلدین اہل حدیث اس لئے نہیں کہ وہ حدیث کو تقلید کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ اگر حدیث رائے امام کے مطابق ہو تو مانتے ہیں ورنہ نہیں۔ ان کا اصل مطاع و متبوع رائے امام ہے نہ کہ حدیث۔ اگر کسی وجہ سے ان کے امام کو حدیث نہیں پہنچی یا کسی وجہ سے ان کے امام نے حدیث پر عمل نہیں کیا تو وہ صحیح مرفوع قابل عمل حدیث کو چھوڑ دیں گے یا اس کی غلط تائید کر کے امام کے قول پر عمل کریں گے، اس لئے وہ اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہیں۔ بایں ہمہ اگر وہ اہل حدیث کہلائیں تو ہمیں کوئی بخل بھی نہیں بلکہ ہمیں بڑی خوشی ہوگی مگر وہ خود ہی اہل حدیث کہلانے کو برا سمجھتے ہیں اور مقلد کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور آپ کا بھی یہی حال ہے۔ جیسا کہ تحریر ہذا سے ظاہر ہے۔

ہاں ائمہ اربعہ بلکہ کل سلف متقدمین اہل حدیث تھے، نہ وہ کسی کے مقلد تھے نہ تقلید شخصی ان کا مذہب تھا۔ وہ قرآن و حدیث پر عمل واجب جانتے تھے لہذا وہ سب اہل حدیث تھے۔

10. ہاں اہل حدیث کے یہی معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کل احادیث صحیحہ مرفوعہ قابل عمل پر عمل کرنے والے، ورنہ اہل حدیث نہیں کہلا سکتے اور کل احادیث پر عمل کرنا ناممکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

11. اس طرح تو بزعم آپ کے قرآن پر بھی عمل ناممکن ہو گا کیونکہ قرآن میں بھی ناسخ منسوخ موجود ہیں، پھر تو کوئی شخص بھی جنتی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سارے قرآن پر کسی نے عمل نہ کیا، پھر نجات کہاں؟

یہ آپ اپنی کم علمی اور کم فہمی کی بنا پر اعتراض کر رہے ہیں ورنہ اللہ کے علم میں ہر ایک حکم پر عمل کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے منسوخ پر قبل از نسخ عمل ہوتا ہے اور ناسخ پر بعد از نسخ۔ اس طرح سب پر عمل ہو گیا، کوئی بھی غیر عمل نہ رہا۔

12. جب آپ ان کو آپ ﷺ کا خاصہ مانتے ہیں تو دوسرے کو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہو گا کیونکہ خاصہ کی تعریف ہے: ”مالا یوجد فی غیرہ“ نیز دوسرا ان کا مکلف ہی نہیں ہو گا کیونکہ وہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ کے خاصے صرف حدیث میں ہی مذکور نہیں بلکہ بہت سے خاصے قرآن مجید میں بھی مذکور ہیں، مثلاً ایک وقت چار سے زائد ازواج مطہرات نکاح میں رکھنا، اور ان میں عدل و فرض نہ ہونا وغیرہ جیسا کہ سورہ احزاب میں مذکور ہے تو پھر بقول آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے سارے قرآن پر بھی عمل ناممکن ہو گیا۔ آپ نے سوچا تک نہیں، خواہ مخواہ اعتراض کرنے بیٹھ گئے۔

13. اس میں بھی آپ غلطی کھا رہے ہیں، منبر پر آپ نے ساری نماز ادا نہیں فرمائی چنانچہ مشکوٰۃ ص ۹۹ میں بحوالہ بخاری موجود ہے:

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ جب منبر بنایا گیا تو آپ اس پر کھڑے ہوئے اور قبلہ کی طرف منہ کیا، لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی اور قرأت پڑھی اور رکوع کیا۔ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے رکوع کیا۔ جب رکوع سے سر اٹھایا تو پچھلے پاؤں لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا اسی طرح دوسری رکعت میں بھی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ساری نماز منبر پر نہیں پڑھی، بلکہ رکوع کے بعد باقی نماز زمین پر پڑھی۔ پھر فرمایا یہ میں نے اس لئے کیا کہ تم میری اقتداء کرو اور نماز کا طریقہ سمجھ جاؤ۔

چنانچہ یہ تعلیم کے لئے اب بھی جائز ہے اور امام نوویؒ نے اس کے جواز کا باب منعقد کیا ہے، فرماتے ہیں:

باب جواز الخطوة والخطوتين في الصلوة وانه لا كراهة في ذلك اذا كان لحاجة وجواز صلوة الامام على موضع

ارفع من المامومين للحاجة كتعليمهم الصلوة او غير ذلك

یعنی یہ باب دو چیزوں کے بیان میں ہے، ایک تو نماز میں قدم دو قدم چلنا بلا کراہت جائز ہے جبکہ ضرورت کے لئے ہو، دوسرا امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر کھڑا ہونا جائز ہے جبکہ تعلیم نماز وغیرہ کے لئے ہو۔

اور شرح میں لکھتے ہیں:

وفيه جواز صلوة الامام على مضجع الى من موضع المومنين ولكنه يكره ارتفاع الامام على المامومين

وارتفاع الماموم على الامام بغير حاجة فان كان لحاجة بان اراد تعليمهم افعال الصلوة لم يكره بل يستحب

لهذا الحديث (نوی جلد ۱ ص ۲۰۶)

یعنی امام کا تعلیم کے ارادہ سے بلند کھڑا ہونا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جیسا اس حدیث سے ثابت ہے۔

اونٹ وغیرہ پر طواف بوقت ضرورت اب بھی جائز ہے اس کی ممانعت کہیں نہیں آئی، چنانچہ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں ہے:

واما انطواف راكبا لغيره جائز ايضا والافضل المشي (لمعات مشکوٰۃ ص ۲۷۷)

یعنی آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے شخص کے لئے بھی سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے۔ لیکن پیدل طواف کرنا افضل ہے۔

امام نوویؒ نے بھی لکھا ہے: باب جواز انطواف على بعير وغيره الخ

اس میں حضرت کے سواری پر طواف کرنے کے علاوہ حضرت ام سلمہ کے سواری پر طواف کرنے کی حدیث بھی ذکر کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

عن ام سلمة انها قالت شكوت الى رسول الله ﷺ اني اشتكى فقال طوفي من وراء الناس وانت راكبة

الحديث

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا، ”سوار ہو کر طواف کر لے لیکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لوگوں کے پیچھے ہو کر“ (مسلم۔ ج ۱ ص ۴۱۳)

امام بخاریؒ نے بھی صحیح بخاری میں لکھا ہے: **باب المريض يطوف راكباً** اور دوسرا باب **ادخل البعير في المسجد لليلة ان هر دو ابواب** میں یہ دونوں واقعے آنحضرت ﷺ نیز حضرت ام سلمہؓ کے سوار ہو کر طواف کرنے کے بیان کئے ہیں۔

بچے کی خاطر یا کسی اور سبب سے سجدہ یا نماز دراز کرنا یا ہلکی کرنا اب بھی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

”جب میں بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز ہلکی کر دیتا ہوں کہ ان کی مائیں پریشان نہ ہوں۔“ چنانچہ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ میں **باب ما علی**

الماموم میں صاف حدیثیں موجود ہیں۔

اسی طرح جب کفار مکہ نے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کی او جھڑی ڈال دی تھی تو آپ ﷺ نے سجدہ دراز کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۳۳)

علاوہ ازیں جب آپ ﷺ نے حسن و حسینؑ کو گرتے پڑتے دیکھا تو خطبہ جمعہ چھوڑ کر منبر سے نیچے جا کر ان کو اٹھالائے اور فرمایا خدائے تعالیٰ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں:

جب میں نے ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے دیکھا تو صبر نہیں کر سکا حتیٰ کہ خطبہ چھوڑ کر ان کو اٹھالایا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ص ۵۷۱)

غرض بچوں کی خاطر بہت کچھ جائز ہے۔ جب بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے تاکہ بچہ پریشان نہ ہو، جیسا کہ آگے آرہا ہے، تو بچے کی خاطر سجدہ یا نماز دراز کرنا یا ہلکی کرنا کیوں کر منع ہو سکتا ہے؟

کندھے پر بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا بوقت ضرورت اب بھی جائز ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے صحیح مسلم میں ایک مستقل باب اس کے لئے منعقد کیا ہے فرماتے ہیں:

باب جواز حمل الصبيان في الصلوة اور شرح میں فرماتے ہیں:

ففيه دليل لصحة صلوة من حمل ادمياً او حيواناً طائراً من طير وشاة وغيرهما

یعنی یہ باب اس بارہ میں ہے کہ بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو شخص آدمی یا پاک حیوان اور جانور بکری وغیرہ اٹھا کر نماز پڑھے۔ اس کی نماز صحیح ہے اور مانعین کا سخت رد کیا ہے۔

آپ نووی جلد ۱ ص ۲۰۵ ملاحظہ فرمائیں، تسلی ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ اسی طرح بخاری میں ہے: **باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلوة** یعنی اس باب میں یہ بیان ہے کہ چھوٹے بچے کو اپنی گردن پر بٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ آپ پتہ نہیں کس دنیا میں بستے ہیں کہ کچھ بھی خبر نہیں۔ جب آپ کے علم کا یہ حال ہے کہ جائز ناجائز کا علم نہیں تو الحمد للہ پر خواہ مخواہ اعتراض کرنے بیٹھ گئے۔ پہلے علم تو پڑھ لیں پھر اعتراض بھی کر لیجئے گا۔

14. لا اله الا الله کی قرآن وحدیث میں مختلف صورتیں آئی ہیں، مثلاً لا اله الا الله، لا اله الا انت، لا اله الا هو، لا اله الا

انا۔ انسان ہر طرح پڑھ سکتا ہے صرف آخری صورت یعنی لا اله الا انا نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ انسان معبود نہیں ہے نہ اس کی عبادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائز ہے۔ عبادت صرف خدائے واحد کا ہی حق ہے۔ لہذا خدا ہی **لا الہ الا انہ** کہہ سکتا ہے۔ انسان بلکہ ساری مخلوق نہیں کہہ سکتی۔

اسی طرح جز و دوم **محمد رسول اللہ** کی بھی کئی صورتیں آئی ہیں مثلاً **محمد رسول اللہ، انک لرسول اللہ، انک لرسولہ، ہو رسول اللہ** اور **انی رسول اللہ** امت کے لئے پہلی سب صورتیں جائز ہیں، صرف آخری صورت **انی رسول اللہ** جائز نہیں۔ کیونکہ یہ رسول کا خاصہ ہے۔ آپ ﷺ رسول ہیں ہم رسول نہیں لہذا ہم **انی رسول اللہ** نہیں کہہ سکتے جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم **انی رسول اللہ** کا ورد کریں۔ اسی طرح ہم آپ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ **لا الہ الا انہ** کا ورد کریں کیونکہ وہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ جب آپ **لا الہ الا انہ** کا ورد نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے کیونکہ آپ معبود نہیں ہیں۔ معبود صرف خدا کی ذات ہے لہذا **لا الہ الا انہ** کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ عبادت اسی کا حق ہے۔ اسی طرح ہم **انی رسول اللہ** نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ رسول کا خاصہ ہے اور ہم رسول نہیں ہیں۔ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

شرم و حیاء امت اگر کہیں بکتی

تو ہم بھی لیتے اپنے مہربان کے لئے

15. ورد کے لئے آپ ﷺ نے **لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** نہیں بتایا بلکہ ورد کے لئے صرف

لا الہ الا اللہ بتایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد لله رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ ص ۲۰۱)

یعنی جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب ذکروں سے افضل **لا الہ الا اللہ** ہے اور سب دعاؤں سے افضل الحمد لله ہے۔ دوسری حدیث میں ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لان اقول سبحان اللہ والحمد لله ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر احب الی مما طلعت علیہ الشمس، رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۲۰۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سبحان اللہ والحمد لله ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہوں تو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔

تیسری حدیث میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ افضل الکلام اربع

اور ایک روایت میں ہے:

احب الکلام الی اللہ اربع سبحان اللہ والحمد لله ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۲۰۰)

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا سب کاموں سے افضل میرے لئے سبحان اللہ والحمد لله ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا ہے اور دوسری روایت میں ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سب کلاموں سے اللہ کو زیادہ محبوب چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اسی طرح جب موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ کہ یا اللہ مجھے کوئی ورد بتایا جائے جو میں کیا کروں:

فقال یوموسیٰ قل لا الہ الا اللہ فقال یا رب کل عبادک یقولون ہذا انما ارید شیئاً تخصننی بہ الحدیث وفی اخرہ لمالت بہن لا الہ الا اللہ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ ص ۲۰۱)

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! لا الہ الا اللہ پڑھا کر، موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ یہ تو سب لوگ پڑھتے ہیں۔ میں تو کوئی خاص وظیفہ چاہتا ہوں، تو اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کی آبادی، میری ذات کے علاوہ، اور ساتوں زمینیں ترازو میں ایک طرف رکھ دیئے جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسری طرف رکھ دیا جائے تو ان سب پر لا الہ الا اللہ غالب آجائے۔

غرض ان سب حدیثوں میں اور ان کے علاوہ ورد کی سب حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے ورد کے لئے صرف لا الہ الا اللہ ارشاد فرمایا ہے۔ میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گزری جس میں ورد کے لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ ”محمد رسول اللہ“ یا ”انی رسول اللہ“ بھی آیا ہو اور صوفی لوگ بھی صرف نفی اثبات کا ہی ورد کرتے ہیں۔

پس جب کسی حدیث سے **انی رسول اللہ یا محمد رسول اللہ** ورد کے لئے ثابت ہی نہیں تو پھر آپ خواہ مخواہ اہل حدیث پر طعن کرتے ہیں کہ **انی رسول اللہ** کا ورد کیوں نہیں کرتے۔ یہ بھی آپ کی سراسر غلطی ہے۔ ہاں اگر آپ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کر دیں کہ آپ ﷺ نے **انی رسول اللہ یا محمد رسول اللہ** کا ورد کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تو ہم اہل حدیث فوراً مشکور ہوں گے اور اسی کا ورد کرنا شروع کر دیں گے۔ کیونکہ اہل حدیث کا مطلب ہی یہ ہے کہ حدیث پر ”عمل کرنے والے“ ورنہ وہ اہل حدیث کہلانے کے حقدار ہی نہیں رہیں گ۔

تنبیہ:

محدثین رحمہم اللہ اجمعین نے پورا کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی احادیث کتاب الایمان میں ذکر کی ہیں جیسا کہ کتب حدیث مشکوٰۃ وغیرہ میں ہے اور ورد کے ابواب میں ذکر نہیں کیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی غیر مسلم مسلمان ہونا چاہئے تو اس کو پورا کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھے بغیر چارہ نہیں کیونکہ توحید کے ساتھ رسالت کا اقرار بھی فرض ہے ورنہ مسلمان نہیں ہو سکے گا۔ ہاں ورد کے لئے آپ نے ”محمد رسول اللہ“ نہیں فرمایا، ویسے کوئی اپنی مرضی سے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھ لے تو اس کی مرضی، ہم منع نہیں کرتے۔

16. آپ نے آپ ﷺ کے ایسے اعمال و اقوال کی کوئی ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کی جو آپ ﷺ کے لئے کمال ہو اور ہمارے لئے کفر۔ یہ آپ نے زبانی جمع خرچ ہی کیا ہے۔ آپ کوئی مثال پیش کرتے تو اس پر غور کیا جاتا۔ ممکن ہے مثال میں آپ روزہ وصال کو پیش کریں، تو جواب یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے روزہ وال سے ہمیں خود منع کر دیا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے۔ خاصہ آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ﷺ کے ساتھ ہی خاص رہے گا ہمیں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی، چنانچہ حدیث میں ہے **عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ ﷺ عن الوصال فقال رجل انک تو اصل یا رسول اللہ قال وایکم مثلی ای ابیت یطعمنی ربی ویسقینی متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۱۷۵)**

یعنی ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وصال کے روزہ سے منع فرمایا، ایک شخص نے کہا آپ ﷺ تو وصال فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھ جیسے نہیں ہو، یعنی تمہارا اور میرا مقام ایک نہیں، مجھے تو میرا رب رات کو کھلاتا پلاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

اسلامی نظام حیات

اور جدید رجحانات

آخری قسط (۳)

پروفیسر منظور احسن عباسی

مادیت کی حقیقت:

مادی ناز و نعم اور دنیوی ترقیات کو ایمان و اسلام کا ثبوت یا اس کے مقاصد میں سے تصور کرنا اسلام کی توہین ہے۔ اسی طرح یہ خیالات کہ کسی فرد یا جماعت کا ترفع یا حکومت و سلطنت، مال و جاہ، ایجادات و اختراعات اور علم و ہنر میں برتری حاصل کر لینا ہی اس کے مذہبی عقائد یا اخلاقی نظریات کے برحق ہونے کی دلیل ہے اور یہ خیال کرنا کہ جو لوگ مادی تفوق کے اس مقام پر فائز ہیں وہی اسلامی اور قرآنی تعلیمات کے سچے پیرو ہیں اور اس کے برعکس جو اقوام دنیاوی اور مادی حیثیت سے پس ماندہ ہیں وہ قرآنی بصیرت یا دین سے بیگانہ یا اسلامی طرز فکر سے عاری ہیں، قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ اسلام یا قرآن کے بلند مقاصد سے فراری ذہنیت اور خود اسلام سے بے زاری کے غماض ہیں اور مشرکانہ، ملحدانہ یا کم از کم مادہ پرستانہ طرز فکر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام امن و عافیت کو شہ کا مذہب ہے اور انسانی زندگی کو مکمل طمانیت قلب کا درس دیتا ہے۔ اسلامی تمدن نفوس مطمئنہ کی جولانگاہ ہے۔ نیز فتنہ و فساد، حرص و ہوا اور بغض و عناد جیسی خبیث خصائل کا دشمن ہے۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے اطمینان قلب حاصل کرنے کے لئے کیا وسیلہ بنایا ہے اور پھر اطمینان قلب کیوں ضروری ہے۔ اس کے لئے قرآن حکیم کی دو آیتوں پر غور کیجئے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد: ۲۸)

یعنی یاد رکھو کہ اللہ کی یاد باقی رکھنے سے دل مطمئن ہوتا ہے۔

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اغراض و مقاصد دینی یا دنیوی کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر رکھے تو وہ کبھی ناکام نہ ہوگا۔ بلکہ ناکام ہونا اس کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ کیوں کہ کسی مدعا کے حصول کی تمنا اس مدعا سے ہٹ کر خوشنودی مولا ہوگی تو وہ مدعا حاصل نہ ہونے کے باوجود اصل مدعا یعنی خوشنودی حق سے ہرگز محروم نہیں ہو سکتا۔ صحت و توانائی کا حصول، فراوانی مال کی طلب، عزت و جاہ و منصب کی خواہش، اولاد کی تمنا، حوائج زندگی کی سہولت۔ غرض بے شمار تمنائیں ہیں، اگر ان کے حصول کے لئے انسان اس طرح کوشش کرے کہ ہر حال میں اللہ کا تصور باقی رہے اور سعی و عمل کے کسی شعبہ میں اللہ کی ہدایات اور اس کے متعین دائرہ حدود سے تجاوز روانہ نہ رکھے اور باوجود اس کے اپنی جدوجہد میں ناکام رہے، تب بھی اس کا دل مطمئن رہے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا تصور تھا جسے اس نے کسی لمحہ بھی فراموش نہیں کیا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس مقصد میں وہ ناکام نہیں رہا۔ رہیں ظاہری ناکامیاں تو وہ ناکامی کی تعریف ہی میں نہیں آتیں کیونکہ فی الواقع وہ کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ یہی وہ نفوس مطمئنہ ہیں جن کا اجر جنت یا لازوال نعمت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

یعنی اے نفس مطمئنہ اب اپنے رب کی آغوش میں آ جا کہ یہی تجھے پسند ہے اور تیرے لئے یہی پسند کیا گیا ہے۔ (الفجر: ۲۷:۲۸)

قرآن حکیم نے نفس مطمئنہ کا یہ انعام بیان فرما کر اطمینان یہ نہیں ہے کہ خوب پیٹ بھر کر کھاؤ، ڈکار لو اور مر جاؤ۔ اور نہ یہ مقصد ہے کہ کسی نہ کسی طرح دولت فراوان حاصل کرو یا کابینہ حکومت کی رکنیت ملے یا کوئی عہدہ وزارت حاصل ہو یا کسی کارخانہ کا اجرا کر سکو یا کسی زمین یا مکان پر قبضہ جما سکو، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ دنیا میں مطمئن رہو اور آخرت میں دائمی راحت سے بہرہ یاب ہو جاؤ۔

قرآن حکیم نے جوہری، برقی، دخی، آبی، ارضیاتی اور فلکیاتی قوتوں سے بہرہ مند ہونے کی تمام صلاحیتیں انسان کو عطا فرمائی ہیں لیکن اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے اس نے اطمینان قلب کے مقصد کو فراموش نہ کرنے کی تائید فرمائی ہے۔ دین کے لئے تمام مادی یا عصری قوتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہی فوز و فلاح کا واحد ذریعہ ہے، جس سے اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔

اس وقت بین الاقوامی بے چینی اور خلفشار (جس سے غالباً عالم انسانیت کا کوئی گوشہ خالی نہیں) کا سبب صرف یہ ہے کہ یہ تمام ترقی یافتہ یا ترقی پذیر قومیں اپنی برتری کے اقدامات میں ذکر اللہ سے خالی ہیں، بلکہ اللہ کے تصور سے بیزار ہیں۔ جوہری تباہ کن ہتھیاروں کی دوڑ اس لئے ہے کہ ہر قوم اپنے پاس زیادہ سے زیادہ سامان مہیا کر کے اس عافیت کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہے۔

اس مقام پر سب سے زیادہ پیچیدہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فی الواقع صورت حال یہی ہے تو کیا یہ اندیشہ نہیں کہ اسلام دشمن طاقتیں اپنے تباہ کن آلات کے ذریعہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور مسلمان جستجوئے امن کے خوابِ خرگوش میں ہی پڑے رہیں لیکن قرآن حکیم نے مسلمانوں کے خلاف کفر کی ان چیرہ دستیوں سے دفاع کی ہدایت بھی فرمادی ہے:

وَلَا يَخْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۚ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْحَبْلِ تَرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ۖ

یعنی کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ سبقت لے گئے، وہ (اسلام اور اہل اسلام کو) عاجز نہیں کر سکیں گے۔ تم کو چاہئے کہ ان کے مقابلہ کے لئے حتی المقدور قوت فراہم کرو اور لشکر تیار رکھو۔ جس سے اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمنوں پر خوف طاری رہے اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے، انہیں اللہ جانتا ہے۔ (الانفال: ۵۹، ۶۰)

اس آیت میں لفظ ”قوت“ یا ”خیل“ وہی مفہوم رکھتا ہے جو فوجی اصطلاح میں Force کا ہے۔ قوت سے محض انفرادی صلاحیت مراد نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا مفہوم ذرائع قوت خیال فرماتے ہوئے لفظ قوت کی تفسیر تیر اندازی سے فرمائی ہے اور مدعا یہ ہے کہ قوت کے اسباب کا فراہم کرنا قوت ہے۔ اور اس بنا پر اس لفظ ”تیر“ میں عہد حاضر کے وہ تمام آلات حرب شامل ہیں جو دشمن کے لئے باعثِ ہبت ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گویا یہ آیت مسلمانوں کو دشمنانِ دین کا مقابلہ کرنے کے لئے جوہری توانائی یا آتش و فساد سے کام لینے کی ہدایت کرتی ہے اور فی الواقع اس کا مقصد ایسے سامان کا فراہم کرنا ہے۔ جو تخریبی قوتوں اور فتنہ برادر یوں کے شر سے محفوظ رکھ سکے۔ قرآن حکیم اعدائے دین کی ان جنگی تیاریوں کے پیش نظر مسلمانوں پر بھی یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ علوم ریاضی و طبیعیات و کیمیاء میں دوسری اقوام سے گئے سبقت نکال لے جانے کی کوشش کریں۔

راقم الحروف کے خیال میں اب یہی وہ وقت ہے کہ مسلمانوں کے نوجوانوں کی تمام فکری اور عملی قوتوں کو علومِ حاضرہ کے حصول میں لگا دیا جائے۔ افکار انسانی کے فکری تقاضوں کی اس طرح پر تکمیل تقاضائے زندگی سے گزر کر مقصدِ زندگی بن جاتی ہے اور اس طرح اعمالِ انسانی میں قلبِ ماہیتِ شریعتِ اسلامیہ کی خصوصیت میں سے ہے جس کا طریقہ الفاظِ حدیث **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** میں بتا دیا گیا ہے یعنی عمل کا مقصود و مقام اس کے مخلصانہ تعین پر منحصر ہے۔ مقصد کی تبدیلی سے عمل کی حقیقت بلکہ اس کا اثر بھی بدل جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی مسلمہ نفسیاتی حقیقت ہے جس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ تمدنی اور اخلاقی تقاضوں کے تحت جو قانون بھی مرتب کیا جائے گا اس سے شعبہ تعزیرات میں ارتکاب جرائم کے تحقق کا بیشتر انحصار تعین مقصد ارتکاب عمل پر رکھنا ہو گا۔ اس طرح تمام مادی ترقیات میں بھی کسی قوم کا انہماک ایمان اور نیتِ صدق کے ساتھ ہو تو عبادات میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ حیاتِ انسانی کا ہر شعبہ ایمان باللہ کے ساتھ وابستہ ہو کر عمل صالح کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ قرآن حکیم کسی عمل کو خواہ وہ بظاہر نتائج کے اعتبار سے کتنا ہی جاذبِ نظر کیوں نہ ہو۔ ایمان باللہ کے بغیر **حَبِطَتِ الْأَعْمَالُ** کا مصداق قرار دیتا ہے۔

لہذا خدا نا آشنا قوموں کی تمام خیرہ کن ترقیات اللہ کے نزدیک پرکھ کی حقیقت نہیں رکھتیں اس کے برعکس احکامِ الہی یا شریعتِ اسلامیہ کے پیش نظر تمام بلند عزائم اور اعلیٰ مقاصد انسانیت کے مدارجِ کمال پر پہنچانے کا یقینی راستہ ہیں۔ **ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ!**

مسئلہ کشمیر عالم اسلام کے لئے ایک چیلنج ہے تازہ ترین صورت حال پر غور و خوض کی دعوت ”آل پاکستان کشمیر کانفرنس“ کو کامیاب بنانے کی اپیل!

سردار عبدالقیوم خان (صدر آزاد کشمیر)

آج ہم ملکی و ملی سطح پر جن سنگین مسائل سے دوچار ہیں۔ وہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قومی سطح پر غور و خوض کر کے کوئی متفقہ اور ٹھوس لائحہ عمل اختیار کیا جائے اور پھر اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی تمام اجتماعی اور انفرادی قوتوں اور وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ صرف اس طرح ہم اس بہت بڑے چیلنج سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جو آج ہمیں ملکی و ملی سطح پر درپیش ہے۔

اس وقت قومی سطح پر جن سنگین مسائل کا سامنا ہے، ان میں سے ایک اہم مسئلہ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ریاست جموں و کشمیر نظریاتی، تمدنی، جغرافیائی اور تاریخی، ہر اعتبار سے پاکستان کا جزو لا ینفک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک آزادی کشمیر اپنے پس منظر اور نصب العین کے اعتبار سے ابتدا ہی سے تحریک پاکستان کا ایک حصہ رہی ہے۔ پھر تقسیم برصغیر کے اصولوں کے مطابق بھی غالب مسلم اکثریت کا علاقہ ہونے کی وجہ سے ریاست جموں و کشمیر کو پاکستان ہی کا ایک حصہ ہونا چاہئے تھا، لیکن بھارت نے ان تمام اصولوں اور کشمیری عوام کی خواہش اور کوشش کے بالکل علی الرغم کشمیر کے ہندو مہاراجہ کے ساتھ مل کر ایک بین الاقوامی سازش کے ذریعہ، جس کا مقصد بالآخر مسلمانان برصغیر کا مکمل استیصال کر کے ایک عظیم برہمنی سازش کا قیام تھا، ریاست کے ایک بڑے حصہ پر جابرانہ تسلط جمالیا اور اب انتہائی عیاری اور پوری قوت کے ساتھ ریاست کے باقی ماندہ حصہ آزاد کشمیر کو بھی ہڑپ کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے اور اس کے لئے صرف فوجی اور سیاسی سطح پر ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بھارتی سامراج کی سٹریٹجی ہندوؤں کی سیاسی بائیکل ”ارتھ شاستر“ کے الفاظ میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب تم اپنے دشمن کو مارنا چاہو۔۔۔ تو اسے اپنا دوست بنالو۔ پھر جب تم اسے مارنے لگو تو اس سے بغل گیر ہو جاؤ اور جب تم اسے مار چکو تو اس کی لاش پر آنسو بہاؤ۔

جو لوگ پاکستان کے دفاعی امور پر نظر رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آزاد کشمیر کی مخصوص جغرافیائی پوزیشن کو بھی جانتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آزاد کشمیر کو پاکستان کے دفاعی حصار کی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم نے ریاست جموں و کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

”کوئی بھی باغیرت قوم اپنی شہ رگ کو دشمن کے قبضہ میں نہیں رہنے دیتی۔۔۔۔۔“

ریاست جموں و کشمیر کی یہی جغرافیائی اور دفاعی اہمیت ہے جس کی وجہ سے بھارت اس کے ایک حصہ پر غاصبانہ تسلط کے بعد اب اپنی پوری قوت اور عیاری سے کام لے کر اس کے بقعہ حصہ ”آزاد کشمیر“ پر بھی قبضہ جمانے کے لئے کوشاں ہے۔۔۔ اور اس خطہ کے ایک ایک انچ پر تسلط جمانے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باقی رکھنے کے لئے اپنی پوری فوجی اور سیاسی قوت کو استعمال کر رہا ہے، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ پاکستان کے اس دفاعی حصار کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے لئے پاکستان کے مشرقی بازو کی طرح اس کے مغربی بازو پر بھی تسلط جمالینا کچھ زیادہ مشکل نہیں رہے گا اور یوں اسلامیان برصغیر کی اس آخری پناہ گاہ مملکت خداداد پاکستان کو ختم کرنے کے بعد اس کے لئے اکھنڈ بھارت کی صورت میں ایک عظیم برہمنی ریاست کے قیام کے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر بنانا آسان ہو جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھارت کے ان توسیع پسندانہ عزائم اور اس کی مخصوص سٹریٹجی کو سمجھ کر اس سے عہدہ برآہونے کے لئے نہایت سنجیدگی سے غور و خوض کریں۔

یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہو گا کہ بد قسمتی سے پچھلی ایک مدت سے بعض حلقوں میں غالباً بھارتی اور عالمی سامراجی قوتوں کے پروپیگنڈہ کے باعث یہ تاثر پایا جا رہا ہے کہ کشمیر کا پاکستان سے اور تحریک آزادی کشمیر کا تحریک پاکستان سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر اپنے پس منظر، نصب العین اور اہمیت کے اعتبار سے صرف کشمیریوں ہی کا نہیں، بلکہ پوری ملت پاک کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ تحریک آزادی کشمیر کے تحریک پاکستان ہی کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور پوری ریاست جموں و کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے بغیر تحریک پاکستان کی تکمیل ناممکن ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اگر خدا نخواستہ بھارت تحریک آزادی کشمیر کو کچل کر پوری ریاست جموں و کشمیر کو اپنے جارحانہ تسلط کا شکار بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں خود پاکستان کی بقا اور سالمیت بھی خطرے میں پڑے بغیر نہیں رہ سکتی۔

یہاں اس حقیقت کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بھارت کے جارحانہ عزائم کا ہدف صرف پاکستان ہی نہیں پورا عالم اسلام ہے اور اس کے اصل عزائم یہ ہیں کہ اپنے گرد و پیش کے مسلم ممالک پاکستان، افغانستان، ایران اور انڈونیشیا وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنے قدیم دیومالائی تصور کے مطابق دریائے جموں سے جکارہ تک ایک عظیم برہمنی سلطنت کا قیام عمل میں لایا جائے اس اعتبار سے بھارتی جارحیت صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ یوں مسئلہ کشمیر صرف کشمیریوں ہی کا نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا مسئلہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسئلہ کشمیر اس وقت ایک انتہائی نازک اور سنگین صورت حال سے دوچار ہے۔ گزشتہ پاک بھارت جنگ کے نتائج نے بھارتی سامراج کے حوصلوں کو اس حد تک بڑھا دیا ہے کہ وہ انتہائی عیاری اور پوری قوت سے کام لے کر ریاست جموں و کشمیر کے بقیہ حصہ آزاد کشمیر پر قبضہ کر کے تحریک آزادی کشمیر کو کچل دینے کی تیاری کر رہا ہے کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اگر پاکستان کو کچھ بھی مہلت مل گئی تو وہ ایک بار پھر اس کے جارحانہ عزائم کا سرکچلنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس لئے وہ پاکستان کو مزید مہلت دیئے بغیر اس کے خلاف ایک بار پھر جارحیت کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ اگر ملت پاک اس سلسلہ میں اپنے موقف کو متفقہ طور پر پوری قوت اور یکجہتی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دے تو یہ بات بھارتی جارحیت سے عہدہ برآہونے کے لئے حکومت کے ہاتھ میں مضبوط کرے گی اور اس سے عالمی رائے عامہ بھی، بھارتی جارحیت کے خلاف، پاکستان کے حق میں ہموار ہوگی۔ لیکن اگر اس وقت ملت پاک نے اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کی اور اس کے نتیجے میں خدا نخواستہ بھارت اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل میں کامیاب ہو گیا تو یہ بات صرف تحریک آزادی کشمیر کے لئے ہی نہیں بلکہ خود پاکستان کی بقا اور سالمیت کے لئے بھی انتہائی خطرناک ثابت ہوگی اور تاریخی ہماری اس کوتاہی کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہی احساس ہے، جس کی وجہ سے آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر نے، جو تحریک آزادی کشمیر کی نمائندہ حکومت ہونے کی وجہ سے ایک نظریاتی حکومت ہے۔ یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کی تازہ ترین صورت حال پر قومی سطح پر غور و خوض کرنے کی غرض سے آزاد کشمیر میں ایک ”آل پاکستان کشمیر کانفرنس“ منعقد کی جائے اور اس میں آزاد کشمیر اور پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے زعماء، ممتاز علمائے کرام اور ماہرین قانون، طالب علم رہنماؤں، صحافیوں، دانشوروں اور مزدور لیڈروں کو دعوت شرکت دی جائے۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ آزاد کشمیر حکومت ریاست جموں و کشمیر نے مجوزہ کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ اور اعلان گزشتہ کئی ماہ سے کیا ہوا ہے اور اسے بہر صورت منعقد کرنے کے انتظامات تیزی سے کئے جا رہے ہیں لیکن جس چیز نے مجوزہ کانفرنس کی اہمیت کو غیر معمولی بنا دیا ہے، مقبوضہ کشمیر کی تازہ ترین۔۔۔ سیاسی صورت حال ہے جو اس اعتبار سے حد درجہ تشویشناک ہے کہ بھارت ایک بار پھر جبر و تشدد اور ترغیب و تحریص کے مختلف ہتھکنڈوں سے کام لے کر وہاں تحریک آزادی کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مقبوضہ کشمیر کی سیاسی صورت حال کے بارے میں تازہ ترین اطلاعات ہم سب کے لئے ایک لمحہ فکریہ مہیا کرتی ہیں۔

یہاں میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم اس بات کو علی وجہ البصیرت سمجھتے ہیں کہ جہاں پاکستان کی بقا و سالمیت کا دار و مدار بڑی حد تک مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور پوری ریاست جموں و کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق پر ہے۔۔۔ وہاں تحریک آزادی کشمیر کی تکمیل کا تمام تر انحصار بھی پاکستان کی سالمیت اور استحکام پر ہے۔ اس لئے ہم اس بات کو پوری طرح سمجھتے ہیں کہ تحریک آزادی کشمیر کی تکمیل کے ساتھ پاکستان کی بقا و سالمیت کے سلسلہ میں بھی ہم کشمیری مسلمانوں پر انتہائی گراں بار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو ہمیں بہر صورت ادا کرنا ہوں گی اور یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مجوزہ آل پاکستان کشمیر کانفرنس اس راہ میں ایک اہم قدم ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ!

ہماری خواہش ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلہ میں قومی سطح پر غور و خوض کے بعد ان اس مسئلہ کو بین الاقوامی سطح پر بھی اٹھایا جائے۔ چنانچہ ہماری کوشش ہے کہ مجوزہ ”آل پاکستان کشمیر کانفرنس“ کے انعقاد کے بعد مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں ایک بین الاقوامی اور پھر اس کے بعد ایک بین الاقوامی کانفرنس بھی منعقد کی جائے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے ابتداء یہ ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں قومی سطح پر کوئی لائحہ عمل اختیار کر لیا جائے اور پھر اس کی روشنی میں مجوزہ بین الاقوامی اور بین الاقوامی کانفرنسوں کے انعقاد کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

احادیث

عبدالرحمن عاجز مالیر کوٹلوی

سر دارِ دو عالم ﷺ کی تقاریر۔ احادیث	افعالِ پیغمبر ﷺ کی تصاویر۔ احادیث
یہ رنگِ تقدس ہے نہ یہ بوئے طہارت	ہیں غیرتِ صدوادیٰ کشمیر۔ احادیث
ہیں کانِ نبی کے درِ شہوارِ معانی!	کس طرح نہ ہوں معدنِ توقیر۔ احادیث
یوں مومن ہوں گے یہ نقوش آج کسی سے	لوحِ دلِ مومن پہ ہیں تحریر۔ احادیث
ہیں جسم کے امراض کی تولا کھ دوائیں	بیماریِ دل کی فقط اکسیر۔ احادیث
جیسے شبِ تاریک میں روشنِ مہِ انور	یوں کفر میں ہیں چشمہِ ستویر۔ احادیث
مشرک سے ہو تکرار کہ ملحد سے لڑائی	ہیں عالم دیں کے لئے شمشیر۔ احادیث
بنیادِ احادیث ہیں قرآن کی آیات	قرآن کی آیات کی تفسیر۔ احادیث
جو شدتِ سختی سے ہو پتھر کا کلیجہ،	اس دل کے لئے نشترِ تاثیر۔ احادیث
اخلاق سے تعبیر ہے انسان کا کردار	انسان کے کردار کی تعمیر۔ احادیث
اوروں کا اثاثہ ہے زر و مال و جواہر	
ہیں عاجزِ تنوشِ بخت کی جاگیر۔ احادیث	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعارف و تبصرہ کتب

خواجہ عبدالمنان رازا ایم۔ اے۔

نام کتاب	:	ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟
مؤلف	:	مولانا قاضی مظہر حسین
ضخامت	:	48 صفحات
قیمت	:	1 روپیہ
ملنے کا پتہ	:	منیر اقبال، دواخانہ عثمانیہ جامع مسجد برکت علی ذیل داروڈا چھرہ لاہور

’ہم ماتم کیں نہیں کرتے‘ اڑتالیس صفحے کا کتابچہ ہے جو ایک پمفلٹ بعنوان ’ہم ماتم کیوں کرتے ہیں‘ اور سائیکوسٹائل کی ہوئی ’کھلی چٹھی بنام مظہر حسین مولوی چودھویں صدی‘ کے جواب میں قاضی مظہر حسین صاحب امیر خدام اہل سنت والجماعت صوبہ پنجاب نے لکھا ہے۔ قاضی صاحب نے قرآنی آیات، احادیث رسول مقبول ﷺ اور ائمہ کرام کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ شہادت حسینؑ کے سلسلہ میں مروجہ ماتم دین اسلام کی رو سے حرام ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں قاضی صاحب نے ائمہ اہل بیت حضرت امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے ارشادات بھی نقل کیے ہیں۔ یہ کتابچہ ’ماتم‘ کے موضوع پر ٹھوس دلائل پیش کرتا ہے۔ انداز بیاں چونکہ جوابی ہے اس لئے بعض جگہ پر ’تلخ نوائی‘ کا احساس ہوتا ہے۔ اگرچہ فریق ثانی نے جو تحریری رویہ اختیار کیا ہے (اور وہ کھلی چٹھی کے عنوان سے واضح ہے) یہ تلخ نوای اس کا فطری رد عمل ہے لیکن افہام و تفہیم کا فریضہ اس امر کا متقاضی ہے کہ انسان ذاتی چوٹ بھلا کر دوسرے کے فکری و نظری کھوٹ کو دور کرنے میں مخلصانہ اور ہمدردانہ رویہ اختیار کرے۔ بہر حال موضوع کے لحاظ سے قاضی صاحب کی کاوش قابل قدر ہے۔

نام کتاب	:	ڈھول کا پول
مصنف	:	مبلغ اسلام محمد امین (سابق مہنگا پادری)
ضخامت	:	88 صفحات
قیمت	:	50/1 روپے
ملنے کا پتہ	:	عوامی اسلامک مشن سول لائن لاہور

’ڈھول کا پول‘ انہی کی زبانی کا موضوع یہ ہے کہ کیا موجودہ بائبل الہامی کتاب ہے یا غیر الہامی؟ یہ کتابچہ مبلغ اسلام محمد امین کی تصنیف ہے جو کہ نو مسلم ہیں اور مہنگا پادری کے نام سے معروف تھے، اور ہیں۔ اپنا تعارف کراتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ ’آج تک مجھے کسی مسلمان بھائی نے اسلام کی دعوت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں دی بلکہ میری تحقیق چالیس سالہ نے یہ ثابت کیا کہ یہ مذہب افراط و تفریط کے مابین اعتدال کی تعلیم دینے والا ہے۔
تمہید میں بیان کرتے ہیں کہ ’مسلمان کہلانے والے ہزارہا کی تعداد میں عیسائیت و دہریت اختیار کر کے اسلام سے مرتد ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسلام کی حقیقت سے نا آشنا اور عیسائیت کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ ہر بھی خواہ اسلام کا فرض ہے کہ ایسے مسلمانوں کو اسلامی تعلیم کی برتری اور عیسائیت کی حقیقت سے روشناس کرانے کے لئے کوشش کرے۔‘ اسی مقصد کے پیش نظر مصنف نے یہ کتابچہ تحریر کیا ہے تاکہ تحقیق سے ثابت کر دیا جائے کہ عیسائیت کی بنیاد جن کتابوں پر ہے یا جن کتب کو عیسائی الہامی اور خدا کا کلام مانتے ہیں وہ خدا کا کلام نہیں۔

فاضل مضمون نگار نے نہایت ٹھوس دلائل سے موجود اناجیل اور بائبل (من حیث المجموع) کو انہی کتب کے تضادات اور عیسائی حضرات کے بیانات سے کلام غیر الہی ثابت کیا ہے۔ تبلیغی اور تحقیقی لحاظ سے یہ کتاب گراں قدر ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے جائیں اور مختلف ممالک میں اس کی اشاعت کا انتظام و اہتمام کیا جائے۔

نام کتاب	:	عیسائی صاحبان کے سوالات کے جوابات
مصنف	:	مبلغ اسلام محمد امین (سابق مہنگا پادری)
صفحات	:	80 صفحات
قیمت	:	75 پیسے
ملنے کا پتہ	:	عوامی اسلامک مشن سول لائن لاہور

اس کتاب میں ان سترہ سوالات کے جواب دیئے گئے ہیں جو عام طور پر عیسائیوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ ان سطحی قسم کے سوالوں کا جواب بڑے دلکش اور دلچسپ انداز میں دیا گیا ہے۔ مثلاً سوال ہے: ”مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے، یہی ان کے ابن اللہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔“ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے: ”عصائے موسیٰ کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے کہیں بڑھ کر ہے کیوں کہ مردہ انسان کا تمام ڈھانچہ تو موجود ہوتا ہے صرف روح کی کمی ہوتی ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ’قم باذن اللہ‘ کہہ کر پورا فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن ایک سوکھی لکڑی کا اول سانپ کا جسم میں تبدیل ہونا پھر اس میں جان کا پڑ جانا اس معجزہ سے اعلیٰ و ارفع ہے۔“ ایک دوسرا سوال ملاحظہ ہو۔ ”مسیح بغیر باپ کے بطور اعجاز پیدا ہوئے، کیا اور کوئی نبی ایسا ہوا ہے؟“ اس کا جواب یوں لکھا ہے: ”آدم علیہ السلام کی پیدائش جو بغیر ماں اور باپ کے ہوئی۔ مسیح کی پیدائش سے بڑھ کر اعجاز ہے۔ حضرت مسیح کی کم از کم والدہ تو موجود تھیں۔“ ایسے جوابات بعض اوقات اعلیٰ علمی مباحث سے زیادہ کارگر ہوتے ہیں۔ یہ کتاب محمد امین صاحب کی ذہانت، نکتہ رس طبیعت اور حاضر جوابی کا بہترین نمونہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نام کتاب	:	حسناقی نظمیں	:	
حصہ اول	:	32 صفحات	:	قیمت : 90 پیسے
حصہ دوم	:	32 صفحات	:	قیمت : 90 پیسے
حصہ سوم	:	24 صفحات	:	قیمت : 75 پیسے
آسان نظمیں	:	32 صفحات	:	قیمت : 90 پیسے
ناشر	:	ادارہ الحسنات ۴۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور	:	

حسناقی نظمیں (حصہ اول، دوم، سوم) بچوں کے لئے مختلف شعراء کی اسلامی اور اخلاقی نظموں کے مجموعے ہیں۔ ’آسان نظمیں‘ حافظ دھام پوری کی اسی نوعیت کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ بچوں کے لئے عام طور پر تفریحی اور مزاحیہ انداز کی نظمیں لکھی جاتی ہیں۔ اس میں اگرچہ کوئی قباحت تو نہیں لیکن بچوں کی تربیت کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان کے لئے حسناقی نظمیں اور آسان نظموں کے انداز کو اپنایا جائے۔ یہ نظمیں عمومی طور پر سادہ زبان اور دلچسپ پیرایہ میں کہی گئی ہیں اور ’ادب الحسنات‘ نے انہیں بڑی خوبصورت گٹ اپ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ سرورق جاذبِ نظر، کاغذ عمدہ، طباعت و کتابت اعلیٰ، غرض صوری و معنوی لحاظ سے نظموں کے یہ مجموعے قابلِ تحسین و تعریف ہیں۔

نام کتاب	:	دلیل سحر	:	
مصنف	:	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)	:	
ضخامت	:	48 صفحات	:	
قیمت	:	50 / 1 روپے	:	
ملنے کا پتہ	:	عزیز پبلیکیشنز۔ 56 میکوڈ روڈ لاہور	:	

دلیل سحر جمعیت علمائے اسلام کے سرکردہ راہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ایم۔ این۔ اے کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے مختلف اجلاسوں میں کیں۔ مولانا موصوف اگرچہ دینی اور علمی حلقوں میں پہلے سے ہی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں لیکن بے دین سیاست کی وادی پر خار میں قدم رکھتے ہوئے انہوں نے جس طرح بعض اسلامی دفعات کے لئے آواز اٹھائی ہے، وہ لائقِ صد تحسین ہے، خصوصاً متجددین، علماء کے جزوی اور فروعی مسائل کو بہانہ بنا کر اسلام پر جو کلہاڑا چلاتے ہیں۔ موصوف نے حزبِ اختلاف کی صفوں میں ہوتے ہوئے اس کا اچھا دفاع کیا ہے اور غوطہ آرائی میں مسلم کی متفقہ تعریف پیش کر کے دینی حلقوں سے خوب داد و وصول کی ہے۔ ان تقاریر کو جناب شمس القمر قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ مرتب کا پیش لفظ رنگینی عبارت اور معلومات کے لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ لیکن اگر علماء کی خدمات کے تذکرہ میں کسی خاص مکتبہ فکر کی بجائے ذرا وسعتِ قلبی سے کام لیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ